ہفت روزہ

9

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

28فروری تا5مارچ2012ء/ 6تا12ربیع الثانی1432ھ

اس شمارے میں

عبوری حل

حضور اکرم ﷺ کی امتیازی شان

توحید، رسالت اور خلافت

بلوچستان کی مخدوش صورتحال
خلافت فورم میں فکر انگیز گفتگو

اسلامی ریاست......

اپنی خودی پہچان

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

تحفظ انسانیت

اسلام کا اصلی مقصد انسان کی انسانیت کا تحفظ ہے، کیونکہ انسان اپنا منفرد کردار اسی وقت ادا کرسکتا ہے جب اس کا منفرد انسانی وجود برقرار رہے۔ اس لئے ہر وہ عامل جو اس کی طبیعت پر تغیر کرنا چاہے یا اس کے خصائص کو تلف کرے، اسلام کی نظر میں مسترد ہے۔

اسلام ہی ہمارے عضویاتی اور روحانی اعمال کے قواعد کی معرفت کا ذریعہ ہے۔ اسلام ہی یہ بتاتا ہے کہ کون سے امور درست اور کون سے غلط ہیں۔ اسی سے ہمیں یہ شعور حاصل ہوتا ہے کہ ہم اپنے ماحول اور اپنے نفس میں اپنی مرضی کے مطابق تبدیلی نہیں کرسکتے۔

اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑا رحم فرمایا ہے کہ بنیادی ضروریات کی تکمیل ہمارے علم و ارادے پر موقوف نہیں رکھی بلکہ وہ بغیر ہمارے ارادے کے خود بخود انجام پاتی رہتی ہیں، جیسے کھانے کا ہضم ہونا اور بقائے زندگی کے لئے بدن کا غذا کا جذب کرنا۔ اسی طرح اسلام نے جائز و ناجائز امور کو ہماری جہالت پر نہیں چھوڑا، بلکہ تمام کو بالتفصیل بیان کردیا۔ طیبات کو حلال فرمادیا اور تھوڑی سی اشیاء کو ناجائز قرار دے دیا، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ وہ ہمارے لئے نقصان دہ ہیں، خواہ ہمیں اس کا علم ہو یا نہ ہو۔ اور اسلام نے وہ حدود متعین کردیں، جن میں رہ کر ہماری انسانیت اور انسانی خصوصیات کا تحفظ بھی ہوسکے اور ہم زندگی کی طیبات اور تہذیبی سہولتوں سے بھی فائدہ اٹھاسکیں۔

اسلام کے بنیادی تصورات
سید قطب شہیدؒ

الہدیٰ (502)

سورۃ ہود

(آیات 40تا44)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ
اٰمَنَ ۭ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝٤٠ وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٤١ وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ
فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۣ وَنَادٰي نُوْحُۨ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ۝٤٢ قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ
يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَاۗءِ ۭ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ۝٤٣ وَقِيْلَ
يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَاۗءَكِ وَيٰسَمَاۗءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَاۗءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَي الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝٤٤

”یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ پہنچا اور تنور جوش مارنے لگا، تو ہم نے (نوحؑ کو) حکم دیا کہ ہر قسم (کے جانداروں) میں سے جوڑا جوڑا (یعنی) دو (دو جانور ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ) لے لو اور جس شخص کی نسبت حکم ہو چکا ہے (کہ ہلاک ہو جائے گا) اس کو چھوڑ کر اپنے گھر والوں کو اور جو ایمان لایا ہو، اس کو کشتی میں سوار کر لو اور ان کے ساتھ ایمان بہت ہی کم لوگ لائے تھے۔ (نوحؑ نے) کہا کہ اللہ کا نام لے کر (کہ اسی کے ہاتھ میں) اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے، اس میں سوار ہو جاؤ۔ بے شک میرا پروردگار بخشنے والا مہربان ہے۔ اور وہ ان کو لے کر (طوفان کی) لہروں میں چلنے لگی (لہریں کیا تھیں) گویا پہاڑ تھے۔ اس وقت نوحؑ نے اپنے بیٹے کو کہ (کشتی سے) الگ تھا پکارا کہ بیٹا ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں میں شامل نہ ہو۔ اس نے کہا کہ میں (ابھی) پہاڑ سے جا لگوں گا، وہ مجھے پانی سے بچا لے گا۔ انہوں نے کہا کہ آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں (اور نہ کوئی بچ سکتا ہے) سوائے اس کے جس پر اللہ رحم کرے۔ اتنے میں دونوں کے درمیان لہر حائل ہوئی اور وہ ڈوب کر رہ گیا۔ اور حکم دیا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان تھم جا۔ تو پانی خشک ہو گیا اور کام تمام کر دیا گیا، اور کشتی کوہ جودی پر جا کر ٹھہری۔ اور کہہ دیا گیا کہ بے انصاف لوگوں پر لعنت۔“

ان آیات میں قوم نوحؑ پر آنے والے عذاب کا ذکر ہے۔ جب اللہ کا عذاب آ گیا اور تنور نے جوش مارا اور اس کے اندر سے پانی ابلنے لگا تو اللہ نے نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی اس کشتی میں تمام حیوانات کا ایک ایک جوڑا رکھ لو اور اپنے گھر والوں کو بھی بٹھا لو سوائے آپ کے گھر والوں میں سے وہ جن کے بارے میں پہلے حکم گزر چکا ہے۔ یہ حضرت نوح علیہ السلام ان کی بیوی واعلہ اور اُسی بیوی سے ایک بیٹا یام (جسے کنعان بھی کہتے ہیں) تھے۔ یہ دونوں علیحدہ رہے اور غرق ہوئے۔ اُن کے تین صاحب ایمان بیٹے سام، حام اور یافث اُن کے ساتھ کشتی میں سوار ہو گئے۔ باقی ایمان والے بھی سوار ہو گئے۔ حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لانے والے بہت ہی کم لوگ تھے، اتنے کم گویا نہ ہونے کے برابر۔

حضرت نوحؑ نے اہل ایمان سے کشتی میں سوار ہونے کو کہا اور ساتھ ہی فرمایا کہ اللہ کے نام کے ساتھ ہی اس کا چلنا اور لنگر انداز ہونا ہے۔ اللہ ہی اس کو چلائے گا اور اللہ کی مشیت کے ساتھ ہی یہ لنگر انداز ہوگی۔ یقیناً میرا رب غفور و رحیم ہے۔

جب وہ کشتی اُن کو لے کر پہاڑوں جیسی موجوں کے درمیان چلنے لگی تو نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے یام (کنعان) کو پکارا، جو ایک کنارے کی طرف تھا کہ اے میرے بیٹے آؤ ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ اور کافروں کے ساتھ نہ رہو۔ اس نے یہ کہہ کر سوار ہونے سے انکار کر دیا کہ میں ابھی اس پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا۔ وہ مجھے پانی میں ڈوبنے سے بچا لے گا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا نہیں آج کے دن اللہ کے امر سے کوئی شے بچانے والی نہیں ہے سوائے اس کے جس پر اللہ ہی رحم فرمائے۔ اسی گفتگو کے دوران میں ایک بڑی موج ان کے درمیان حائل ہو گئی اور بیٹا ان کی نگاہوں کے سامنے غرق ہو گیا۔ جب کفار غرق ہو گئے تو اللہ نے زمین کو حکم دیا کہ اپنے پانی کو نگل جا۔ اب اس میں کتنا وقت لگا ہوگا، اللہ ہی جانتا ہے اور اے آسمان کو بھی حکم دیا کہ تو بھی اب تھم جا۔ یعنی طوفان کو اختتام کا حکم ہو گیا اور پانی سکھا دیا گیا اور فیصلہ چکا دیا گیا اور وہ کشتی جودی پہاڑ پر جا کر رک گئی اور کہہ دیا گیا کہ ہلاکت اور دوری ہے اس قوم کے لیے جو ظالم تھی۔ اس طرح وہ قوم نسیاً منسیا ہو گئی، اس کا کوئی نام و نشان نہ رہا۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

سلام میں کون پہل کرے؟

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِي وَالْمَاشِي عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيْلُ عَلَى الْكَثِيْرِ)) (صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سوار پیدل کو اور پیدل بیٹھنے والے کو سلام کرے اور کم زیادہ کو۔“

تا خلافت کی بنا، دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

28 فروری تا 5 مارچ 2012ء — جلد 21
6 تا 12 ربیع الثانی 1432ھ — شمارہ 09

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، **طابع**: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عبوری حل

اگرچہ کہا تو یہ جا رہا ہے کہ پوری دنیا تبدیلی کے عمل سے گزر رہی ہے لیکن دنیا کے وہ حصے جہاں مسلمان آباد ہیں وہ تو صحیح معنوں میں معرضِ انقلاب میں ہیں۔ مشرقِ وسطیٰ اور شمالی افریقہ کی مسلمان ریاستیں بادشاہت اور آمریت سے جمہوریت کی طرف سفر کرتی دکھائی دے رہی ہیں۔ صرف ترکی اور ملائیشیا کسی حد تک سیاسی اور معاشی استحکام کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ جنوبی ایشیا کے اِس حصہ میں جسے ہم اپنا خطہ کہتے ہیں، پاکستان، ایران اور افغانستان اپنی بقا کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ تینوں ممالک کے معاشی حالات دگرگوں ہیں۔ پاکستان اور افغانستان کو سیاسی عدم استحکام کا بھی سامنا ہے۔ حالات کا جائزہ لینے کے بعد بڑی آسانی سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ بیسویں صدی کے وسط میں جنگ عظیم دوم کے نتیجہ میں ابھرنے والی سپر قوت امریکہ جو گزشتہ صدی کے اختتام پر افغانستان میں سوویت یونین کے خلاف پراکسی جنگ جیتنے کے بعد سپریم پاور آف دی ورلڈ یعنی sole super power بن چکی ہے، وہ اکیسویں صدی میں بھی ہر صورت میں اپنی یہ حیثیت اور قوت یعنی عالمی بادشاہت قائم رکھنا چاہتی ہے۔ لہٰذا مسلمان ممالک میں اور ہمارے اِس خطے میں کھیلے جانے والے کھیل کو براہِ راست امریکی پشت پناہی حاصل ہے۔ بھارت اور اسرائیل بالترتیب جنوبی ایشیا اور مشرق وسطیٰ میں اُس کے معاون اور مددگار ہیں۔ یوں ایک اتحاد ثلاثہ معرض وجود میں آ چکا ہے۔ مشرقِ وسطیٰ میں اِس اتحاد کو کلین سویپ مل رہا ہے یعنی مقاصد کے حصول میں کوئی قابل ذکر رکاوٹ نظر نہیں آ رہی ہے۔ البتہ جنوبی ایشیا میں ایک طرف چین اُن کے گلے کی ہڈی بنا ہوا ہے اور یہ ہڈی روز بروز اُن کی تکلیف میں اضافہ کر رہی ہے اور دوسری طرف طالبانِ افغانستان ہیں۔ افغانستان میں امریکہ قابض ہے اور وہاں افغانیوں کی ایک کٹھ پتلی حکومت قائم کی گئی ہے، لیکن اب تو اِس کٹھ پتلی حکومت کی رٹ افغانستان میں خال خال نظر آتی ہے۔ پھر یہ کہ یہ کٹھ پتلی اپنے آقا سے اور اُس کے طرزِ عمل سے سخت نالاں ہے اور افغانستان امریکہ کے لیے ایک دلدل بن گیا ہے اور قوت کا استعمال اِسے اُس دلدل میں مزید پھنسا رہا ہے۔

پاکستان کا عجیب معاملہ ہے کہ اُس کی فوج اور سیکیورٹی ایجنسیاں امریکی غلامی سے تنگ آ چکی ہیں اور آزادی کے لیے پھڑپھڑا رہی ہیں، لیکن سول حکومت امریکہ کے آگے سربسجود ہے۔ یہاں کوئی باقاعدہ اور طے شدہ پالیسی بنتی نظر نہیں آ رہی۔ مسلمان ممالک کے خلاف امریکی رویے کی وجہ سے پاکستانی عوام کی عظیم اکثریت امریکیوں کے خون کی پیاسی بن چکی ہے۔ لہٰذا پاکستان کو مزید اپنے مفاد میں استعمال کرنے کے لیے امریکہ کو طریقہ کار سمجھ نہیں آ رہا۔ ایران کے معاملے میں بھی امریکہ بڑے مخمصے میں ہے۔ ایک لحاظ سے امریکہ کو مضبوط ایران کی بڑی ضرورت ہے، تاکہ اُس کا ہوّا کھڑا کر کے سعودی عرب اور عرب امارات کو بلیک میل کیا جا سکے۔ عربوں سے پیسے بٹورنے اور وہاں اپنی عسکری موجودگی کو برقرار رکھنے کے لیے امریکہ کے پاس بڑا معقول جواز موجود ہے۔ لیکن ایران کی ایٹمی صلاحیت حاصل کرنے کی کوششوں پر اسرائیل کسی قسم کا سمجھوتا کرنے کو تیار نہیں اور اسرائیل کو ناراض کرنا امریکہ کے بس کی بات نہیں۔ یہ کنفیوژن خطے کو کسی حادثہ سے دوچار کر سکتا ہے۔ اِس لیے کہ امریکہ کو عالمی بادشاہت کی چاٹ پڑ گئی ہے اور وہ کسی صورت میں اپنی اِس حیثیت سے دستبردار ہونا نہیں چاہتا۔ یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اِس بادشاہت اور چودھراہٹ کو برقرار رکھنے کے لیے اُس نے اپنی ساری توجہ مسلمان ممالک پر کیوں فوکس کر دی ہے۔ اُس کا سادہ سا جواب یہ ہے کہ اِس بادشاہت کو قائم نہیں رکھا جا سکتا اگر اُس کے زیرِ تسلط یا اُس کی پہنچ میں توانائی کے ذخائر نہ ہوں گے۔ علاوہ ازیں مسلم دنیا سے دشمنی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مسلمانوں میں موجود ریڈیکل عناصر

سرمایہ دارانہ نظام کو تمام برائیوں کی جڑ سمجھتے ہیں۔ بہرحال توانائی کے ذخائر کے حوالے سے امریکہ کے حریف چین نے جنوبی امریکہ، جنوبی افریقہ اور وسطی افریقہ میں توانائی کے ذخائر تک رسائی حاصل کر لی ہے۔ وسطی ایشیا میں انرجی کے دنیا میں سب سے بڑے ذخائر ہیں جن کا افغانستان اور بلوچستان گیٹ وے ہیں۔ اگر امریکہ افغانستان سے نکلتا اور بلوچستان میں بھی داخل نہیں ہوسکتا تو گویا انرجی کے اتنے عظیم ذخیرے کے حصول میں ناکام ہوتا ہے اور ایسی صورت میں عالمی بادشاہت کا قائم رکھنا انتہائی دشوار ہی نہیں، شاید اُس کے لیے ناممکن ہوجائے۔ یہ پس منظر ہے امریکہ کے اُس کھیل کا جو وہ ہمارے خطے میں کھیل رہا ہے۔

پاکستانیوں کو اپنی بقا اور استحکام کے لیے کیا کرنا ہوگا، یہ اہم سوال ہے جس پر ہمیں غور کرنا ہوگا۔ گزشتہ چونسٹھ سال سے ہمارے حکمران یہ سمجھتے رہے اور اسی پالیسی پر گامزن رہے کہ اپنی بقا کے لیے امریکہ کا دامن تھامے رکھو۔ یہ پالیسی کتنی غلط اور ضرر رساں رہی، اِس کے لیے اب دلائل کا انبار لگانے کی ضرورت نہیں رہی۔ ہماری تاریخ، ہمارے تجربات نے ثابت کر دیا کہ امریکہ کی دوستی نہ صرف سودمند نہیں رہی بلکہ اسی دوستی کی وجہ سے آج ہم جاں بلب ہیں۔ لہٰذا ہمیں دوستی والا ہاتھ کھینچ لینا ہوگا۔ لیکن کیا امریکہ کے دشمن بن کر زندہ رہ سکتے ہیں جبکہ ہم معاشی طور پر دیوالیہ ہونے کو ہیں۔ سیاسی طور پر شاید ہم چونسٹھ سال میں بھی بلوغت کو نہیں پہنچ سکے معاشرتی طور پر ہمارا حال ہے کہ کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا۔ اندرون ملک ہم باہم دست و گریباں اور خدا جانے کتنے قسم کے تعصبات کا ہم شکار ہیں۔ ہم ان مسائل کا حل اکثر یہ بتاتے ہیں کہ ہم نظریۂ پاکستان کی عملی تعبیر کریں، پاکستان میں اسلام کا نظام عدل وقسط نافذ کریں۔ یہ سارے مسائل حل ہوجائیں گے۔ اگرچہ آج بھی ہم یقین کے ساتھ اِس پر قائم ہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے تو قطعی طور پر مبالغہ نہ ہوگا کہ یہ ہمارے ایمان کا حصہ بن چکا ہے۔ پاکستان میں اسلامی نظام نافذ نہ ہوا تو پاکستان اپنا جواز کھودے گا اور جو شے اپنا جواز کھودے اُس کا قائم رہنا ممکن نہیں رہتا۔ بعض احباب کی طرف سے یہ سوال سامنے آتا ہے کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اسلامی نظام ہمارے تمام مسائل مستقل طور پر حل کر دے گا لیکن یہ ایک وقت طلب کام ہے۔ فوری اور ہنگامی طور پر اِن مسائل سے کیسے نمٹا جائے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ دنیوی سطح پر بھی عملی اقدام کرتے ہوئے ہم امریکی دوستی کے بغیر کم از کم ہنگامی طور پر اور عارضی طور پر اپنی بقا کا مسئلہ حل کر سکتے ہیں اور ہنگامی اقدام کو جب نظریاتی بنیادیں بھی فراہم ہوجائیں گی تو پاکستان صحیح معنوں میں اسلام کا قلعہ بن سکتا ہے۔ ہماری رائے میں فوری طور پر درج ذیل اقدام کرنے کی ضرورت ہے۔

1 جب تک نظام خلافت قائم نہیں ہوتا پاکستان میں ایسی نمائندہ حکومت قائم رہے جس کی بنیاد کسی فراڈ یا جعل سازی پر نہ ہو۔

2 حکمران ملک میں معاشی ایمرجنسی نافذ کریں۔ بدعنوانی اور اقرباپروری کی مکمل طور پر جڑ کاٹنے کی کوشش کی جائے۔

3 حکمران سادگی کے لیکچر نہ دیں بلکہ سادگی کا نمونہ بن کر دکھائیں۔ ایوانِ صدر، وزیراعظم اور گورنر ہاؤس وغیرہ عوامی مفاد اور ضرورت کے لیے وقف کریں۔ ایرانی صدر کی طرح پانچ پانچ مرلے کے گھروں میں منتقل ہوں۔

4 عوامی سطح پر بڑے بڑے مکانات اور محل بنانے کی اجازت نہ دی جائے۔ علاوہ ازیں پبلک ٹرانسپورٹ کا ایسا نظام قائم کیا جائے جو سستا بھی ہو اور سہولت سے دستیاب بھی ہو اور نجی گاڑیوں کا استعمال کم سے کم ہوجائے تاکہ پٹرول اور دوسری توانائی کی بچت کی جاسکے۔

5 ایسی تمام رسومات پر پابندی عائد کر دی جائے جن کی اسلام میں گنجائش نہیں۔ بے جا اسراف کا خاتمہ کرنے سے بدعنوانی کی طرف رغبت کم ہوجائے گی۔

6 تمام درآمدات جن کا تعلق انسان کی بنیادی ضرورت سے نہیں ہے، اُنہیں یکسر ختم کر دیا جائے۔ مثلاً میک اَپ کا سامان، مکانوں کی زینت کا سامان وغیرہ۔

7 دواؤں کی درآمد کی اجازت تو ہو، لیکن حکمرانوں سمیت کسی کو بیرونِ ملک علاج کی اجازت نہ ہو۔ زندگی موت اللہ کے ہاتھ ہے اور پاکستان میں بڑے قابل اور ذہین ڈاکٹر موجود ہیں۔

8 تمام دنیا میں سفارت خانوں کا اصل اور بنیادی کام پاکستان کی تجارت بڑھانا ہو۔

9 ماہرین کی رائے لے کر ڈیمز تعمیر کیے جائیں اور اِن کے سیاسی مضمرات کو کسی صورت کوئی اہمیت نہ دی جائے۔

10 دوستانہ تعلقات میں مسلمان ممالک کو ترجیح دی جائے لیکن ہر اُس ملک سے تعلقات بہتر کیے جائیں جو ہمارے ملکی، قومی اور مذہبی معاملات میں مداخلت نہ کرے۔

11 آخری اور اہم ترین یہ کہ عربی زبان کی تعلیم پرائمری سے یونیورسٹی کی سطح تک لازم ہو اور کسی شخص کو اُس وقت تک ملازمت نہ دی جائے اور نہ ہی کسی اسمبلی کی رکنیت کے اہل سمجھا جائے جب تک کم از کم وہ قرآن پاک کو ترجمہ دیکھے بغیر سمجھنے کے قابل نہ ہوتا کہ مستقبل میں جب اسلامی ریاست قائم ہو تو زبان کا مسئلہ پیدا نہ ہو۔

ایسے اقدام کرنے سے قومی سطح پر لاحق امراض کو یقیناً افاقہ ہوگا، اور ہم وقتی طور پر اپنے بیرونی دشمنوں سے نمٹنے کے قابل ہوسکیں گے لیکن یہ افاقہ عارضی ہوگا۔ ہمارے مسائل کا مستقل حل اسلام کے نظامِ عدل وقسط کے نفاذ میں ہے۔ چاہے وہ نرم انقلاب سے نافذ ہو یا خونی انقلاب کے برپا ہونے سے ہو۔ اصلاحِ احوال کا کوئی اور طریقہ نہ نظر آتا ہے اور نہ سنائی دیتا ہے۔

☆☆☆

انجینئر سلیم اللہ خان بھی چل بسے! اناللہ وانا الیہ راجعون

جمعیت علماء پاکستان (نفاذ شریعت گروپ) کے صدر انجینئر سلیم اللہ خان طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ اُن کی عمر 70 برس تھی۔ مرحوم تاحیات اسلام کے احیاء اور شریعت کے نفاذ کے لیے کوشاں رہے۔ انہوں نے اپنی ساری مہلت عمر اس عظیم مشن کے لیے وقف کیے رکھی۔ اپنی سیاسی جدوجہد کا آغاز انہوں نے صحافی عبدالرشید کے ساتھ مل کر پاکستان سنی پارٹی کے قیام سے کیا۔ بعد ازاں وہ مولانا شاہ احمد نورانی کی جمعیت علماء پاکستان میں شامل ہوگئے۔ جمعیت جب دو دھڑوں میں تقسیم ہوگئی تو انہوں نے جمعیت علماء پاکستان نیازی گروپ کا ساتھ دیا اور اُس کے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔ بعد میں انہوں نے اپنی جماعت جمعیت علماء پاکستان (نفاذ شریعت) بنائی۔ اُن کی وفات سے دینی جدوجہد کا ایک باب بند ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی حسنات کو قبول فرمائے اور اُن کی سیئات سے درگزر فرما کر اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ (آمین)

حضور اکرم ﷺ کی امتیازی شان

امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کے 17 فروری 2012ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[سورۃ الحدید کی آیت 25 کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات! انبیاء و رسل کی جماعت میں نبیٔ آخر الزمان ﷺ کی امتیازی شان کے حوالے سے گفتگو پچھلے جمعہ شروع ہوئی تھی۔ یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ آپ ﷺ سید الانبیاء والمرسلین یعنی تمام نبیوں اور رسولوں کے سردار ہیں، تاہم آپ ﷺ کا مقام و مرتبہ کتنا بلند ہے، ہم اس کا کما حقہ ادراک نہیں کر سکتے۔ بس یہی کہہ سکتے ہیں کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ جماعت انبیاء و رسل میں آپ ﷺ کا امتیازی وصف کون سا ہے، اس بارے میں ایک اصولی بات یہ ہے کہ آپ ﷺ پر نبوت کا بھی اختتام ہوا اور رسالت کی بھی تکمیل ہوئی۔ یہ اپنی جگہ بہت بڑی فضیلت کی بات ہے کہ آپ ﷺ پر نبوت و رسالت اپنے نقطۂ کمال کو پہنچ گئی۔ چنانچہ اس کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا گیا۔ نبوت و رسالت بہت اونچا منصب ہے۔ انسانیت کی ہدایت و راہنمائی کے لیے بہت سے نبی اور رسول آئے۔ لیکن اس ہدایت میں بھی ارتقاء ہوا ہے اور یہ ارتقائی مراحل طے کرتے ہوئے آپ ﷺ پر کامل ہوگئی۔

آنحضور ﷺ کی بعثت اُس وقت ہوئی جب نوعِ انسانی تمدنی ارتقاء کے ساتھ ساتھ فکری اعتبار سے میچورٹی کو پہنچ گئی تھی۔ آپ ﷺ کی بعثت حضرت آدم علیہ السلام سے کم وبیش چھ ہزار سال بعد ہوئی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ذہنی و فکری، فلسفیانہ اور منطقی بحثوں اور مابعد الطبیعیات کے اعتبار سے انسان بالغ ہو چکا تھا۔ پروفیسر یوسف سلیم چشتیؒ کہا کرتے تھے کہ عجیب بات ہے کہ اسلام سے قبل کے تاریخ انسانی کے 1200 سال (600 ق م تا 600 عیسوی) ہی وہ عرصہ ہے جس میں مروجہ تمام مذاہب اور فلسفے پیدا ہوئے۔ آج کے دور کے جتنے بھی فلسفے ہیں، وہ نئی بوتلوں میں پرانی شراب ہے۔ یہ سب افکار جنہیں آج نئی شکل میں پیش کیا جا رہا ہے، اُس دور میں جنم لے چکے تھے۔ اسی عرصے میں بدھ ازم، جین ازم، کنفیوشش ازم اور تاؤ ازم آئے۔ اسی دور میں سقراط اور بقراط آئے۔ اسی عرصے میں مانی وانی آئے۔ وجود کی حقیقت کیا ہے؟ کائنات کیا ہے؟ اس کی ابتدا اور انتہا کیا ہے؟ ہماری زندگی کی ابتدا اور انتہا کہاں ہے؟ ہم کہاں سے آئے اور کہاں جا رہے ہیں؟

سنی حکایتِ ہستی تو درمیاں سے سنی
نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم

یہ سارے سوالات وہ ہیں جن پر فلسفی غور کرتے رہے۔ اس عرصے میں چین، ہندوستان، ایران اور یونان کے فلسفیوں نے اس بارے میں اپنے اپنے نظریات اور خیالات پیش کیے، اور انہی کے فلسفوں کو شہرت ملی۔ بہر کیف جب ان 1200 سالوں کے دوران انسانی ذہن فلسفیانہ اور منطقی اعتبار سے اپنے عروج کو پہنچ گیا، تب رسول اکرم ﷺ کی بعثت ہوئی اور الہدیٰ، کامل ہدایت کے نزول کا آخری مرحلہ آیا۔ نزولِ وحی سے قبل آپ ﷺ غارِ حرا میں تشریف لے جاتے اور وہاں غور وفکر اور سوچ بچار کرتے تھے۔ دنیا میں غلط کام کیوں ہو رہے ہیں؟ ظلم و ناانصافی کا چلن کیوں عام ہے؟ انسان اس قدر پستی میں کیوں گر گیا ہے؟ کیا انسان میں پستی ہی پستی ہے یا اس کے وجود کا کوئی روشن پہلو بھی ہے؟ یوں سمجھئے، چھ ہزار سال میں انسان نے جو فلسفیانہ شعور حاصل کیا ہے، وہ سارا سفر محمد رسول اللہ ﷺ نے غارِ حرا کی خلوتوں میں چند مہینوں میں طے کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ پر آیات قرآنی نازل ہونی شروع ہوئیں اور تئیس سالوں میں ''الہدیٰ'' کی تکمیل ہوگئی۔

فکری ارتقاء کے علاوہ تمدنی ارتقاء کے پہلو سے دیکھئے، ایک زمانہ تھا جب ہمارے آباء واجداد غاروں میں رہتے تھے۔ اُس وقت کوئی اجتماعی نظام اور میونسپلٹی نہیں تھی۔ ہر شخص آزاد تھا۔ اگلی سٹیج آئی تو قبیلے کے نظام نے جنم لیا۔ ہر قبیلہ کا ایک اپنا نظام ہوتا تھا۔ افراد قبیلہ کے لیے قبیلے کے سردار کا حکم ماننا لازمی تھا۔ قبیلے کی روایات باعث فخر سمجھی جاتی تھیں۔ لوگ کہتے کہ یہ ہمارے قبیلے کا رواج ہے، یہ ہماری رسم ہے، یہ ہماری ریت ہے وغیرہ۔ اگر غور کیا جائے تو قبائلی زندگی انسان کا تمدن کی طرف پہلا قدم تھا۔ اس لیے کہ اس سے پہلے انسان کو کامل آزادی حاصل تھی، اب یہاں اُس پر قدغن لگنی شروع ہوگئی۔ انسان یہاں آ کر پابند ہو گیا کہ بہر صورت قبیلہ کی رسم پوری کرے گا اور قبیلہ کی روایت پر چلے گا، خواہ وہ رسم اور روایت اُسے پسند ہو یا ناپسند۔ اس کے بعد اگلا دور آیا تو ایک قبیلے نے اپنا ایک شہر بھی بنا لیا۔ اُس کے گرد ایک فصیل بھی کھینچ لی اور اپنے نظام کو اور مستحکم کر لیا۔ اس طرح ایک قبیلے کی شہری ریاست قائم ہوگئی۔ پھر اگلا دور آیا تو کئی قبیلے ایک جگہ جمع ہو گئے اور ساتھ مل کر رہنے لگے۔ قبائل کے باہم مل کر رہنے سے یہ

سوال پیدا ہوا کہ اُن کا آپس میں انٹریکشن کس بنیاد پر ہوگا۔ ظاہر ہے، مختلف قبیلے ہیں، اُن کے سردار مختلف ہیں، اُن کا نظام الگ الگ ہے۔ اگر ایک شہر میں رہنا ہے تو کچھ چیزیں تو آپس میں بہر حال طے کرنی پڑیں گی۔ یہیں سے گویا آئین و دستور کے تصور کا آغاز ہوا۔ آپ حیران ہوں گے کہ مدینہ منورہ بھی پانچ قبیلوں پر مشتمل ایک بستی تھی۔ تین قبائل یہودی تھے یعنی بنونضیر، بنوقریظہ اور بنوقینقاع اور دو عرب قبیلے تھے یعنی اوس اور خزرج۔ اس کے بعد اگلے مرحلے پر سلطنتیں قائم ہوئیں۔ جیسے عرب کے شمال میں کئی سو سال سے دو سلطنتیں تھیں: سلطنت روما اور سلطنت ایران۔ سلطنتیں وجود میں آئیں تو اب محلات کھڑے کیے گئے، فوجیں بنائی گئیں جو تربیت یافتہ اور مسلح تھیں۔ پھر بادشاہوں نے عوام کی گردنوں پر اپنی بادشاہی اور خدائی کا تخت رکھا۔ عوام پر ظلم ڈھائے جانے لگے۔ محنت مزدور کرتا اور اُس کی کمائی پر عیش بادشاہ اور جاگیردار کرتا تھا۔ اگر کوئی شخص بادشاہ کے ظلم کے خلاف سر اُٹھاتا، تو فوجیں اُس کا سر کچل دیتی تھیں۔ مثلاً ایک شخص کپڑا بن رہا ہے تو اُس سے کہا جاتا کہ تمہیں اتنا ٹیکس دینا ہوگا ورنہ تمہارا سر کچل دیا جائے گا۔ یہ ظالمانہ نظام جب ظلم کی انتہا کو پہنچ گیا تو انسان غلام، مجبور، مقہور اور مظلوم بن کر رہ گیا۔ اس کے پاس کھانے پینے کو کچھ نہ ہوتا۔ اس کے مقابلے میں جاگیردار گلچھرے اڑانے لگے۔ بادشاہوں کے محلات میں مشرق و مغرب کا نسوانی حسن جمع کیا جانے لگا۔ کنیزوں کی فوجوں کی فوجیں لائیں گئیں۔ یہی وقت تھا جب محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی۔ کیونکہ جب انسان نے فکری اور تمدنی ارتقاء کا سفر طے کرلیا تو اب ضرورت تھی کہ اُس کو ہدایت کا کامل ترین ایڈیشن عطا کردیا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے ذریعے انسانیت کو قرآن حکیم کی صورت میں کامل ترین ہدایت اور رہنمائی فراہم کردی۔ اِس سے پہلے جو بھی ہدایت آتی تھی، وہ اپنے وقت کے لیے ہوتی تھی۔ آپؐ کے ذریعے انسانیت کو حتمی قوانین اور آخری اور کامل ہدایت عطا ہوئی۔ چونکہ یہ ہدایت ہر اعتبار سے کامل اور مکمل ہے اور اِس کے بعد انسانیت کو کسی اور ہدایت کی ضرورت نہیں، لہٰذا نبوت و رسالت کا باب بھی بند کردیا گیا۔

آپؐ کی امتیازی شان کے بیان سے قبل میں نے ایک بات انبیاء علیہم السلام کے مقصدِ بعثت کے حوالے سے عرض کی تھی کہ اُن کی آمد کا مقصد لوگوں پر اتمام حجت ہوتا ہے۔ انہیں بشیر و نذیر، مبشر و منذر بنا کر بھیجا جاتا ہے، تا کہ وہ لوگوں پر واضح کردیں کہ اُن کا مقصد زندگی اللہ کی بندگی ہے۔ رسول اُن لوگوں کو جنت اور اُخروی کامیابی کی بشارت دیتے ہیں جو شاہراہ بندگی پر گامزن ہوں اور اُن لوگوں کو آخرت کے ہولناک انجام سے ڈراتے ہیں جو بندگی کے سیدھے راستے کو چھوڑ کر شیطان کی پیروی کریں۔ مبشر و منذر کے دو الفاظ میں گویا رسولوں کی دعوت کا خلاصہ ہے۔ رسولوں کو پیغام ہدایت دے کر لوگوں کی طرف اِس لیے بھیجا جاتا ہے تا کہ روز حساب اُن کے پاس اللہ کے خلاف کوئی دلیل اور بہانہ باقی نہ رہے۔ وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ خدایا، ہمیں تو معلوم ہی نہیں تھا کہ سیدھا راستہ کیا ہے، پھر تو ہم سے کس چیز کا حساب لے رہا ہے۔ رسولوں کے آنے سے اللہ کا پیغام کامل انداز میں لوگوں تک پہنچ جاتا ہے، جس کے بعد اُن کے پاس عذر کی گنجائش نہیں رہتی۔ یہ اور بات ہے کہ جن لوگوں تک کسی رسول کی دعوت نہیں پہنچی روز محشر اُن سے بھی حساب ہوگا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو توحید اور آخرت تک پہنچنے کے اور بھی ذرائع دے رکھے ہیں۔ رسولوں کی بعثت دراصل انسان کے عذر کو بالکل ختم کرنے اور اُن پر اتمام حجت کے لیے ہوتی ہے۔ وہ حق کو پوری وضاحت اور دلائل کی قوت سے لوگوں کے سامنے پیش کردیتے ہیں، جس کے بعد کسی متلاشیٔ حق کے لیے کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔ اِسی لیے روز حساب اللہ تعالیٰ ہر امت میں ایک گواہ کھڑا کرے گا۔ وہ گواہ رسول ہوگا۔ وہ یہ گواہی دے گا کہ پروردگار میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا تھا، اب ان لوگوں کے پاس کوئی عذر نہیں ہے، اب یہ اپنے ہر عمل کے خود ذمہ دار ہیں۔ اِس کے بعد حساب شروع ہوگا۔

رسولوں کی بعثت کا دوسرا مقصد سورۃ الحدید کی آیت 25 کے حوالے سے بیان کیا گیا تھا، لیکن بات اِس آیت کے ترجمے سے آگے نہیں بڑھ سکی تھی، بلکہ محض تذکرہ ہوا تھا۔ یہ مقصد کیا ہے؟ یہ نظام عدل کا قیام ہے، تا کہ لوگ عدل و انصاف پر قائم ہوسکیں۔ فرمایا:

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ﴾

”ہم نے اپنے رسولوں کو کھلی نشانیوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تا کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔“

رسولوں کو واضح دلائل اور نشانیوں کے ساتھ بھیجا جاتا رہا اور اُن کے ساتھ کتاب اور میزان اتاری جاتی رہی۔ کتاب سے لوگوں کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ جس امتحان میں انہیں ڈالا گیا ہے، اُس میں کامیابی کا راستہ کون سا ہے اور اِس امتحان کے فکری و عملی تقاضے کیا ہیں۔ میزان درحقیقت عدل و انصاف کی علامت ہے۔ یہ ایک ایسا قانون ہے جس سے لوگوں کو عدل و انصاف ملے۔ یہ سسٹم آف سوشل جسٹس ہے۔ یہ اِس لیے عطا کی گئی کہ اُسے نصب کیا جائے۔ عدل و انصاف پر مبنی نظام قائم ہو اور لوگوں کو عادلانہ ماحول اور فضا میسر آئے، تا کہ دنیا کی امتحان گاہ میں بیٹھے لوگ نارمل حالات میں زندگی بسر کریں اور اُن کے لیے آخرت کو سنوارنا آسان ہو جائے۔ ظاہر ہے، اگر امتحان گاہ میں شدید گرمی ہوگی تو ایک لائق آدمی بھی اچھا پرچہ نہ کرسکے گا۔ میزان عدل قائم ہونے سے لوگوں کو بہتر ماحول ملے گا تو اُن کے لیے بہتر مواقع ہوں گے کہ جس امتحان میں ڈالے گئے ہیں، اُس میں ناکامی سے بچ سکیں۔ ﴿لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ کے الفاظ سے واضح ہو رہا ہے کہ اِسی میزان کے نصب کرنے سے لوگ عدل پر قائم رہیں گے۔ پھر یہ کہ میزان نصب کرنے ہی کے لیے اتاری جاتی ہے، وہ شوکیس میں رکھنے کے لیے نہیں اتاری جاتی۔ اِس کے نصب کرنے سے، نظام عدل کے قیام سے ہر ایک کو حق ملتا ہے۔ کوئی اپنے حق سے بڑھ کر نہیں لے سکتا نہ دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈال سکتا ہے۔ نظام عدل کے آجانے سے ہر قسم کے استحصال کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ کچھ لوگ تو تمام وسائل پر قابض ہو جائیں اور لوگوں کی عظیم اکثریت بالکل محروم رہ جائے۔

آگے فرمایا:

﴿وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾

”اور ہم نے لوہا (بھی) اتارا جس میں بڑی قوت (بھی) ہے اور لوگوں کے لئے فائدے (بھی)۔“

لوہا کیوں اتارا گیا؟ اِس لیے کہ جب میزان عدل، نظام عدل اجتماعی قائم کیا جائے گا تو مراعات یافتہ ظالم طبقات اِس کی راہ میں رکاوٹ بنیں گے۔ وہ کبھی نہیں چاہیں گے کہ یہ میزان نصب ہو۔ اُن کو لوہے کی قوت سے کچلا جائے گا کہ وہ لوگوں کو اللہ کی رحمت سے محروم کرنے کا باعث ہیں۔ تو رسولوں کو جو کام سونپا گیا تھا وہ ایک تو آسمانی ہدایت اور پیغام الٰہی کو لوگوں تک پہنچانا تھا اور دوسرے میزان عدل کو نصب کرنا تھا۔

قرآن مجید میں رسولوں کا بار بار تذکرہ آیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول ساری عمر دعوت دیتے رہے۔ لیکن اُن کی دعوت پر گنتی کے افراد ایمان لائے تھے۔ اور اِس میزان کو نصب کرنے کا مرحلہ نہ آسکا۔ حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو برس تک دعوت کا کام کررہے، مگر اُن کی دعوت کو گنتی کے افراد نے قبول کیا۔ اور حزب اللہ تشکیل نہ پاسکی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جنہوں

نے بنی اسرائیل کو فرعون کے جبر و استبداد سے رہائی دلائی، اُن کا معاملہ بھی یہ تھا کہ جب بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر نکلے تو اگرچہ اُن کے ساتھ لاکھوں افراد تھے، مگر ایسے لوگ بہت کم تھے جو اللہ اور اُس کے دین کے لیے کٹ مرنے کو تیار ہوں۔ جب تورات نازل ہو چکی، احکام عشرہ بھی آچکے تو بنی اسرائیل کو کہا گیا کہ اب صحرا سے نکل کر کسی شہر میں داخل ہو جاؤ، اور غلبۂ دین حق کے لیے جہاد و قتال کرو تو قوم نے صاف جواب دے دیا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) آپ اور آپ کا رب جا کر لڑیں، ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔'' (المائدہ:24) بنی اسرائیل کو اس کی سزا یہ ملی کہ چالیس سال تک صحرا میں بھٹکتے پھرتے رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد اُن کے پہلے خلیفہ یوشع بن نون کی قیادت میں بنی اسرائیل نے جہاد کیا تو پھر جا کر فلسطین میں اسلامی حکومت قائم ہوئی۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے مقصد بعثت کے حوالے سے آپؐ کی امتیازی شان یہ ہے کہ آپؐ کے ذریعے اللہ کا دین قائم اور غالب ہوا۔ قرآن حکیم میں تین مقامات پر آپؐ کا مقصد بعثت یہ بتایا گیا کہ

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ﴾ (الصف:9)

''وہی ہے اللہ جس نے بھیجا اپنے رسول (ﷺ) کو الھدیٰ (قرآن حکیم) اور دین حق دے کر، تاکہ وہ اُسے (دین کو) تمام ادیان پر غالب کر دیں۔''

نبی اکرم ﷺ کی ذمہ داری صرف دین کی دعوت و تبلیغ نہیں تھی، بلکہ اِس سے آگے بڑھ کر دین کو غالب کرنا بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ طے فرما دیا تھا کہ حضور ﷺ کے ذریعے دین قائم ہو۔ یہ نہ ہو کہ آپؐ ساری زندگی دعوت و تبلیغ اور وعظ و نصیحت کا فریضہ انجام دیتے ہوئے یہاں سے تشریف لے جائیں۔ بلکہ آپؐ کے ہاتھوں اللہ کا دین قائم ہونا تھا۔ یہ آپؐ کا مشن تھا اور اللہ کا فیصلہ تھا کہ یہ پورا ہو کر رہے گا۔ اور چونکہ آپؐ کی رسالت کل روئے ارضی اور پوری نوع انسانی کے لیے ہے، لہٰذا یہ مشن تکمیلی شان کے ساتھ تب پورا ہوگا جب کل روئے ارضی پر اللہ کا دین غالب ہو جائے گا۔

اب آیئے ایک علمی نقطہ کی طرف! آپؐ کے مقصد بعثت کے حوالے سے آنے والی متذکرہ آیت میں ''لیظھرہ'' (تاکہ وہ اُسے غالب کر دے) میں مستتر ضمیر ''ھو'' کے بارے میں سوال یہ ہے کہ یہ کس کی طرف راجع ہے، اللہ کی طرف یا رسول اکرم ﷺ کی طرف۔ یعنی ''وہ'' سے مراد کون ہے؟ کون دین کو غالب کر دے، اللہ یا اللہ کے رسول ﷺ۔ یہ ایک علمی اشکال ہے۔ بعض لوگ اِس کی آڑ لے کر یہ کہتے ہیں کہ دین کو غالب کرنا اللہ کا کام ہے، یہ ہماری ذمہ داری نہیں ہے۔ اِس میں کیا شک ہے کہ ہر کام اللہ کے چاہنے سے ہوتا ہے۔ دین بھی اللہ کے غالب کرنے سے ہوگا، مگر یہ ذمہ داری اور مشن نبی اکرم ﷺ کا ہے۔ انبیاء و رسل علیہم السلام اللہ کی طرف اِسی کام پر مامور ہوتے ہیں، اور اُن کے ساتھی اِس مشن میں اُن کے دست و بازو بنتے ہیں۔ پس غلبۂ دین کی جدوجہد ہماری ذمہ داری ہے۔ اِس لیے اِس آیت کے فوری بعد فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰي تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (الصف:10،11)

''مومنو! میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں عذاب الیم سے مخلصی دے۔ (وہ یہ کہ) اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔ اگر تم سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔''

مسلمانوں سے کہا جا رہا ہے کہ اُخروی نجات چاہتے ہو تو اللہ سے ایک سودا کرو۔ وہ سودا کیا ہے؟ یہ کہ اپنی جانوں اور اپنے مالوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ جیسے سورۃ الحدید میں فرمایا گیا کہ ﴿وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ﴾ ''اور اللہ کو معلوم ہو جائے کہ کون بے دیکھے اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔'' حق و باطل کی کشمکش روز اول سے جاری ہے۔ یہ ٹکراؤ ہر دور میں ہوتا آیا ہے۔ اِسی میں انسان کا اصل امتحان ہوتا اور اُس کے ایمان کی پرکھ ہوتی ہے کہ آیا وہ حزب اللہ کا حصہ بن کر اللہ سے وفاداری کرتا ہے یا حزب الشیطان کا ساتھ دے کر اللہ سے بغاوت کے راستے پر چلتا ہے۔ معرکۂ حق و باطل سے عیاں ہو جاتا ہے کہ کون حق کا پرستار ہے اور کون باطل کا پجاری۔ کون ایمان کے لیے اپنا سب کچھ نچھاور کرتا ہے اور کون مصلحتوں اور مفادات کا اسیر بن کر راہ حق سے انحراف کرتا، اور باطل کا ساتھ دیتا ہے۔ اللہ کی اور اس کے رسولوں کی مدد کیا ہے؟ اِس سے مراد اس مشن میں جو اللہ کے نبی کو دیا گیا ہے، آپؐ کا دست و بازو بننا اور اس راہ میں اپنی جان و مال کھپا دینا ہے۔ یہ مطالبہ ہم سب اہل ایمان سے ہے۔ لہٰذا ''لیظھرہٗ'' کی ضمیر کو اللہ کی طرف لے جائیں یا حضور ﷺ کی طرف، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگلی آیات جن کا اوپر ذکر ہوا صاف بتا رہی ہیں کہ بہرحال یہ کام ہمیں کرنا ہے۔ ہم اگر فی الواقع اللہ اور رسول پر ایمان رکھتے ہیں، تو ہمیں اسلام سے وفاداری کا ثبوت دینا ہوگا۔ یہ کیسی وفاداری ہے کہ دین و شریعت کو اختیار کرنے کی بجائے اسلام کے خلاف اللہ کے صریح دشمنوں اور شیطان کے ایجنٹوں کے فرنٹ لائن اتحادی کا کردار ادا کیا جائے، جیسا کہ ہم آج ادا کر رہے ہیں۔ ہم اللہ کے دشمنوں اور شیطان کے ایجنٹ بنیں تو پھر اللہ کی پھٹکار نہیں ہوگی تو اور کیا ہوگا؟ کہا جاتا ہے کہ پاکستان کے حالات اِس لیے صحیح نہیں ہو رہے ہیں کہ لوگ ووٹ صحیح نہیں دیتے، انتخابی سسٹم ٹھیک نہیں ہے، لوگوں میں شرح خواندگی کم ہے، حکمران اچھے لوگ نہیں ہیں۔ حالانکہ اصل مسئلہ یہ نہیں، کچھ اور ہے۔ ہمیں اصل مسئلہ اور مرض کو پہچاننے کی ضرورت ہے۔ وہ مرض یہ ہے کہ ہم مسلمان ہو کر اللہ اور اُس کے رسول ﷺ اور دین کے دشمنوں کی صف میں کھڑے ہیں، اِسی بنا پر اللہ کے عذاب کی زد میں ہیں۔ ہم جب تک یہ بغاوت ختم نہیں کرتے اور اپنی روش تبدیل نہیں کرتے تب تک چاہے جس شخص کو بھی حکمران بنا لیں، ہمارے حالات نہیں بدلیں گے۔ ہمارا المیہ ہے کہ اُس مشن کو چھوڑ دیا ہے جو حضور ﷺ کو دیا گیا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپؐ کے سچے وفادار تھے۔ انہوں نے دین اور اُس کے تقاضوں کو سمجھا تھا اور ہر طرح کی قربانیاں دے کر اس مشن کو آگے بڑھایا تھا۔ اِسی مشن کی تکمیل کے لیے انہوں نے مدینے کی گلیاں چھوڑی تھیں۔ یہ بات طے ہے کہ غلبۂ اسلام کا نبویؐ مشن بالآخر تکمیلی شان کے ساتھ پورا ہو کر رہے گا۔ ایک وقت آئے گا جب کل روئے ارضی پر اللہ کا دین غالب آ جائے گا، ان شاء اللہ۔

ہمارے لیے سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم کس کی صف میں کھڑے ہیں۔ اللہ کے سچے وفاداروں کی صف میں یا اُس کے باغیوں اور دشمنوں کی صف میں۔ کیا ہم اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے وفاداری کے امتحان میں پورا اُتر رہے ہیں یا صرف کچھ لفظی بحثوں میں الجھ کر اپنے دینی اور مذہبی رجحانات کو تقویت دینے پر قناعت کیے بیٹھے ہیں، اور عملاً کچھ کرنے کو تیار نہیں۔ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رول ماڈل بنانا چاہیے جنہوں نے دین کو اور حضور ﷺ کے مشن کو صحیح معنوں میں سمجھا تھا۔ ان کی زندگیاں اسلام کے لیے قربانیوں سے عبارت تھیں۔ انہی قربانیوں کے نتیجے میں اسلام 25 سال کے اندر اندر دنیا کی سپر پاور بن گیا تھا اور دنیا کے بہت بڑے رقبے پر غالب آچکا تھا۔ اور دین کے غالب آ جانے سے لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے تھے۔ بہرکیف یہ ہے حضور ﷺ کا خصوصی مشن۔ اس کے حوالے سے ہماری ذمہ داری کیا ہے، اس پر مزید گفتگو آئندہ بھی ہوگی۔ (ان شاء اللہ)

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

توحید، رسالت اور خلافت

ضمیر اختر خان

موضوع کی ترکیب سے بعض لوگ چونکیں گے اور سوال کریں گے کہ توحید ورسالت کے ساتھ خلافت کو کیوں جوڑا جارہا ہے۔ اس کا ایک سبب تو یہ ہے کہ دورِ زوال میں اسلام کے بارے میں مسلمانوں کے تصورات مسخ ہو کر رہ گئے ہیں۔ آج کے مسلمان الا ماشاء اللہ اسلام کو مروجہ مفہوم میں ایک مذہب مانتے ہیں۔ حالانکہ اسلام ایک کامل دین ہے۔ قرآن حکیم میں اسلام کے لیے لفظ دین آیا ہے، مذہب عربی زبان کا لفظ ہونے کے باوجود پورے قرآن میں اسلام کے لیے کہیں استعمال نہیں ہوا اور نہ ہی سارے ذخیرۂ احادیث میں یہ لفظ اسلام کے لیے استعمال ہوا ہے۔ ہمارے دینی لٹریچر میں بھی یہ لفظ بالعموم فقہی مسالک کے لیے مستعمل ہے، جیسے مذہب حنفی، مذہب شافعی وغیرہ۔ نبی اکرم ﷺ کے مقاصد بعثت میں جو اعلیٰ ترین مقصد قرآن میں بیان ہوا ہے اور جس کے حصول کے لیے آپ ﷺ نے ان تھک محنت کی اور جزیرۃ العرب کی حد تک جس کو آپ ﷺ نے حاصل بھی کیا، اس کو اظہار دین سے تعبیر کیا گیا ہے۔ فرمایا ”وہی ہے اللہ جس نے اپنے رسول (ﷺ) کو الھدٰی (قرآن) اور دین حق دے کر بھیجا، تاکہ وہ (رسول) اس کو کل دین (تمام نظام ہائے زندگی) پر غالب کردیں“۔ (التوبۃ:33، الفتح:28، الصف:9)

آج ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو بتایا جائے کہ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات اور دستور زندگی ہے اور اس کی عملی شکل قیام نظام خلافت کے ذریعے ظہور پذیر ہوتی ہے۔ ان سطور کے ذریعے یہ واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ نبی کریم ﷺ پر نبوت ورسالت کی تکمیل کے بعد رسالت کا قائم مقام ادارہ خلافت رہ جاتا ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اپنے بعد ہر طرح کی نبوت کی، چاہے وہ ظلی ہو یا بروزی نفی فرمائی، مگر ساتھ ہی خلافت کا اثبات بھی فرمایا۔

رسالت توحید کو دنیا میں متعارف کرانے والا وہ ادارہ تھا جس کا آغاز اللہ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجنے کے ساتھ ہی کردیا تھا۔ (البقرۃ:38) نبوت ورسالت کا سلسلہ نبی اکرم ﷺ پر ختم ہونے کے بعد خلافت کا ادارہ ہے جو کہ دنیا میں توحید ورسالت کے تقاضوں کو پورا کرے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس ادارے کی اہمیت وضرورت کا کتنا گہرا شعور واحساس تھا، اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد آپؐ کی تجہیز وتکفین سے بھی پہلے خلافت کے مسئلے کو طے کیا۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر باہمی مشاورت سے اتفاق رائے ہوگیا تو پھر نبی اکرم ﷺ کی تدفین کا اہتمام کیا گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس طرز عمل پر اگر کوئی یہ شبہ کرتا ہے کہ وہ نعوذ باللہ اقتدار کے حریص تھے اور اپنے نبی ﷺ کے دنیا سے رخصت ہوتے ہی انھیں ذاتی اقتدار کی فکر لاحق ہوگئی تھی، تو وہ اپنے ایمان کی فکر کرے۔ ہم ایسے جاہلوں سے نہیں الجھتے۔ ہمارے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ کی رحلت کے بعد جو خلا پیدا ہوگیا تھا اس کو آپ ﷺ کی تدفین سے پہلے نصب خلافت سے پُر کیا۔

رسالت کے ادارے کی ختم نبوت کی وجہ سے تکمیل ہوگئی مگر کار رسالت کی انجام دہی کے لیے کوئی ادارہ ہونا چاہیے تھا، وہ خلافت کا ادارہ ہے جس کا قیام امت مسلمہ کی اجتماعی ذمہ داری ہے۔ مفتیان کرام اس پر روشنی ڈالیں کہ فی الوقت خلافت کے ادارے کے نہ ہونے کی وجہ سے کہیں امت اجتماعی طور پر گناہگار تو نہیں ہورہی اور اس اجتماعی گناہ سے بچنے کی کیا صورت ہوسکتی ہے۔ آج مسلمان توحید ورسالت کی اہمیت وضرورت سے کسی درجے میں واقف ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ نہ توحید خالص پر عمل پیرا ہیں اور نہ ہی اُس فریضہ کو ادا کررہے ہیں جو نبی اکرم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں اُنہیں سونپا تھا۔ اب توحید محض ایک عقیدہ ہے اور رسالت کی نسبت سے نبی ﷺ سے زبانی کلامی محبت وعشق کے دعوے ہیں۔ جہاں تک خلافت کا تعلق ہے اس کی اہمیت سے یا تو سرے سے آگاہ ہی نہیں ہیں اور جو تھوڑے بہت واقف ہیں وہ بھی اس کو ایک محدود معنی میں یعنی محض سیاسی ادارہ سمجھتے ہیں۔

قرآن مجید کے مطابق اللہ نے زمین پر انسان کو جو منصب عطا کیا ہے وہ خلافت ہے۔ ﴿اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً﴾ (البقرۃ:30) ”میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں“۔ جب تک انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ جاری رہا وہی اس منصب کو بھی سنبھالے رہے۔ جیسے داؤد علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ﴿یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ﴾ (ص:26) ”اے داؤد، ہم نے آپ کو زمین پر خلیفہ بنایا ہے۔“ ختم نبوت کے بعد یہ منصب اللہ نے امت محمد ﷺ کے سپرد کردیا ہے۔ جس طرح توحید ورسالت پر ایمان اور ان کے عملی تقاضے پورے کرنے پر آخرت میں نجات کی امید کی جاسکتی ہے، بالکل اسی طرح قیام نظام خلافت کی جدوجہد بھی دنیوی واخروی کامیابی کے لیے ضروری ہے۔

جہاں تک توحید کا تعلق ہے یہ تمام مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے۔ سب جانتے ہیں کہ توحید دین اسلام کا بنیادی رکن اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی جانب سے دی گئی دعوت کا مشترک اصول تھا۔ ہر نبی نے اپنی اپنی قوم کو اللہ وحدہ لاشریک کی ذات وصفات کے حوالے سے یہ بتایا کہ وہ جل جلالہ اپنی ہر شان میں یکتا ہے۔ وہ اپنی

> علمائے کرام نے جس طرح توحید کی شمع کو روشن کیا اور ختم نبوت کے مسئلے کو شدومد سے اجاگر کیا ہے، اسی طرح مسئلہ خلافت کو بھی اپنے خطبات جمعہ اور درس وتدریس میں نمایاں حیثیت دیں

ذات وصفات میں منفرد ہے۔لیس کمثلہ شیٔ۔علامہ اقبال مرحوم نے اپنے مخصوص انداز میں باقی تمام ایمانیات کوایمان باللہ یا توحید کی تفسیریں قرار دیا ہے۔ توحید اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا حق ہے۔ توحید کی ضد شرک ہے جو کہ سب سے بڑا ظلم (گناہ) ہے۔ مرنے سے پہلے اگر کوئی شخص اس گناہ سے توبہ نہ کر سکا تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف نہیں فرمائے گا۔فرمان باری تعالیٰ ہے''بے شک اللہ شرک کو معاف نہیں کرے گا۔اس کے علاوہ جو گناہ چاہے گا بخش دے گا۔(النساء:116)

رسالت بھی مسلمانوں کا متفق علیہ عقیدہ ہے اوراس میں کوئی رخنہ اندازی مسلمان برداشت نہیں کرتے۔ہم مسلمانان پاکستان نے اس حوالے سے ملی سطح پر وہ تاریخ ساز فیصلہ کیا جس کی رو سے مرزا غلام احمد قادیانی اوراس کی جھوٹی نبوت کو قبول کرنے والوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔اس موقع پر ایک قدم مزید اٹھا لیا جاتا اور مرتد کی سزا بھی نافذ کر دی جاتی تو یہ فتنہ مزید نہ پھیل سکتا۔

ختم نبوت کے بعد توحید ورسالت کے علم کو دنیا میں سر بلند رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ خلافت کا ادارہ قائم کیا جائے۔سردست علمائے کرام اس حوالے سے دلائل کے ذریعے توحید ورسالت کے تناظر میں خلافت کی اہمیت وضرورت کو واضح کرنے کی کوشش کریں تو امید کی جاسکتی ہے کہ عامۃ المسلمین کے تصورات میں توحید ورسالت کی طرح قیام نظام خلافت کی اہمیت بھی صحیح جگہ پا سکے گا۔فی زمانہ جمہوریت کا راگ اتنی بلند آہنگی سے الاپا جارہا ہے کہ عوام کیا خواص کو بھی، جن میں دینی سیاسی جماعتیں بھی شامل ہیں ،اسلام کی خدمت کا ذریعہ جمہوریت ہی نظر آتی ہے۔اسی لیے وہ جمہوریت کو پٹڑی سے اترتا نہیں دیکھ سکتے۔علمائے کرام نے جس طرح توحید کی شمع کو روشن کیا اور ختم نبوت کے مسئلے کو بھی شد و مد سے اجاگر کیا ہے، اسی طرح مسئلۂ خلافت کو بھی اپنے خطبات جمعہ اور درس وتدریس میں نمایاں حیثیت دیں، جس طرح کبھی شاہ ولی اللہ ؒ نے خلافت کے نظام کو ایک عالمی نظام قرار دیا تھا۔ آیئے!اقبال کے اس شعر پر توجہ کر کے اپنا جائزہ لیں کہ ہم کہاں کھڑے ہیں ۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

پریس ریلیز

حافظ عاکف سعید

بلوچستان ہو یا فاٹا امریکہ اور دوسری عالمی قوتیں اِس لیے کھلم کھلا مداخلت کر رہی ہیں کیونکہ ہم سیاسی، معاشی اور اخلاقی طور پر دیوالیہ ہو چکے ہیں

جلتے سلگتے بلوچستان کو نظر انداز کر کے سیاست دان اپنے اقتدار کے استحکام کے لیے آئینی ترامیم میں مصروف ہیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطبہ جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ بلوچستان میں انسانی اغوا اور قتل و غارت اپنی انتہا کو پہنچ گئی ہے جبکہ قانون، انصاف اور حکومتی رِٹ کہیں نظر نہیں آتی۔ رقبے کے لحاظ سے پاکستان کے اِس سب سے بڑے صوبے میں پاکستان کا جھنڈا لہرانا جرمِ عظیم بن گیا ہے۔ عالمی قوتیں بلوچوں کی آزادی کے لیے بیرونی دباؤ کی باتیں کر رہے ہیں۔امریکہ اور بھارت بلوچستان میں مشرقی پاکستان والا کھیل کھیلنا چاہتے ہیں۔لیکن ہمارے حکمران بلوچوں کے مسائل حل کرنے میں سنجیدہ نظر نہیں آتے۔اُنہوں نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ایک بار پھر پاکستان کے قبائلی علاقوں میں ڈرون کی بارش سے انسان ہلاک ہو رہے ہیں۔ اُنہوں نے یاد دلایا کہ بلوچستان ہو یا فاٹا امریکہ اور دوسری عالمی قوتیں اِس لیے کھلم کھلا مداخلت کر رہی ہیں کیونکہ ہم سیاسی، معاشی اور اخلاقی طور پر دیوالیہ ہو چکے ہیں۔ نظریہ پاکستان سے عملی انحراف کے نتیجہ میں پاکستان کی جڑیں اور بنیاد کھوکھلی ہو چکی ہے۔اُنہوں نے کہا کہ ہم نے دین اسلام سے غداری کی ہے اور جانتے بوجھتے ہوئے اللہ اور رسولؐ کے احکامات کو پسِ پشت ڈال دیا ہے اور امریکہ کو اپنا ان داتا سمجھ لیا ہے۔اُنہوں نے کہا کہ اب بھی وقت ہے اگر ہم اپنا قبلہ درست کر لیں تو حالات درست ہو سکتے ہیں۔ڈرون حملوں کے حوالے سے اُنہوں نے اپنی بات کو دہراتے ہوئے کہا کہ ڈرون حملوں پر خاموشی اختیار کرنا اپنی آزادی سے دستبردار ہونے کے مترادف ہے۔ (پریس ریلیز:17فروری2012ء)

قرآن پاک کی بے حرمتی امریکی فوجیوں کے بدترین ذہنی واخلاقی دیوالیہ پن کا اظہار ہے

پاکستان کے استحکام ہی نہیں بلکہ اِس کی بقا کے لیے بھی نظریہ پاکستان کی عملی تعبیر ناگزیر ہو چکی ہے۔اسلام کی مشترکہ اساس سے منحرف ہو کر متحد اور مضبوط پاکستان کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکے گا

افغانستان میں امریکی فوجیوں کے ہاتھوں قرآن کی بے حرمتی سے قرآن پاک کی عظمت اور اہمیت میں کوئی فرق واقع نہیں ہوگا۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطبہ جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ قرآن کی بے حرمتی کا یہ پہلا واقعہ نہیں ہے۔ درحقیقت امریکی فوجوں کو افغانستان میں جس شرمناک اور ذلت آمیز شکست کا سامنا ہے اُس سے امریکی ذہنی اور اخلاقی دیوالیہ پن کا شکار ہیں۔البتہ ہمارے لیے یہ ذلت و رسوائی کا معاملہ ہے کہ ہم اللہ کی آخری اور مقدس کتاب کی توہین کرنے والوں کے سامنے بے بس ہیں۔ بلوچستان کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے اُنہوں نے کہا کہ درحقیقت برصغیر کے مسلمانوں نے تمام قسم کے تعصبات اور تفرقات سے بالاتر ہو کر اپنے مذہب اسلام کے نام پر یہ ملک حاصل کیا تھا۔ بلوچ، پٹھان، سندھی اور پنجابی رنگ ونسل اور زبان مختلف رکھنے کے باوجود صرف اسلام کے جھنڈے تلے یکجا ہوئے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد جب ہم نے اسلام سے عملی طور پر اپنا رشتہ توڑ لیا تو رنگ ونسل، علاقائی تعصبات اور دوسرے اختلافات کا ابھر آنا فطری بات تھی۔اُنہوں نے کہا کہ پاکستان کے استحکام کے لیے ہی نہیں بلکہ اِس کی بقا کے لیے بھی نظریہ پاکستان کی عملی تعبیر ناگزیر ہو چکی ہے۔اپنی مشترکہ اساس سے منحرف ہو کر متحد اور مضبوط پاکستان کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکے گا۔ (پریس ریلیز:24فروری2012ء)

(جاری کردہ مرکزی شعبہ نشر واشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

بلوچستان کی مخدوش صورتحال کا پس منظر اور پیش منظر

علاج کیا ہے؟

تنظیم اسلامی کے ناظم نشر و اشاعت ایوب بیگ مرزا
کی خلافت فورم میں فکر انگیز گفتگو

اینکر پرسن: محمد وسیم

خلافت فورم کے عنوان سے ایک تجزیاتی پروگرام ہر ہفتے تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ www.tanzeem.org پر نشر ہوتا ہے، جس میں عام طور پر حالات حاضرہ پر اسلامی تناظر میں تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں مختلف مواقع کی مناسبت سے دینی اور علمی فکری موضوعات پر راہنمائی فراہم کی جاتی ہے۔ اِس پروگرام کے مہمان اکثر و بیشتر امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید اور تنظیم اسلامی کے ناظم نشر و اشاعت ایوب بیگ مرزا ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں موضوع کی مناسبت سے گاہے بہ گاہے دوسرے اہل علم و دانش کو بھی مدعو کیا جاتا ہے۔ پروگرام کے میزبان تنظیم اسلامی کے نائب ناظم نشر و اشاعت وسیم احمد ہیں۔ خلافت فورم کا آغاز گزشتہ سال فروری سے ہوا تھا۔ اب تک تسلسل کے ساتھ اِس کے 53 پروگرام ہو چکے ہیں۔ اب یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ خلافت فورم میں پیش کردہ خیالات کو اجمالی انداز میں ندائے خلافت میں شائع کیا جائے، تاکہ ہمارے قارئین بھی اِن سے مستفید ہو سکیں۔ زیر نظر صفحات میں اِس سلسلہ کا آغاز صوبہ بلوچستان کے مخدوش حالات کے بارے میں ہونے والے مکالمہ کی اشاعت سے کیا جا رہا ہے۔ اِس پروگرام کے مہمان جناب ایوب بیگ مرزا تھے۔ ذیل میں اُن کی فکر انگیز گفتگو ملاحظہ کیجیے

(ادارہ)

سوال: ایوب بیگ صاحب، آج کل بلوچستان کے حوالہ سے بہت سے تجزیہ نگار یہ تاثر دے رہے ہیں کہ پاکستان میں اس صوبہ کی شمولیت رضاکارانہ نہیں بلکہ جبراً تھی۔ آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب: میری رائے میں بہت سے نہیں، چند تجزیہ نگار اس رائے کا اظہار کر رہے ہیں کہ ریاست پاکستان کے ساتھ صوبہ بلوچستان کی شمولیت رضاکارانہ نہیں جبراً تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ برطانوی دور کے بلوچستان کا جمہوری عمل کے ذریعے پاکستان سے الحاق ہوا تھا۔ وہاں کے قبائلی سرداروں اور جرگہ کے ممبران نے بھاری اکثریت کے ساتھ الحاق پاکستان کے حق میں فیصلہ دیا تھا۔ جہاں تک قلات کا تعلق ہے قیام پاکستان کے وقت قلات میں تین ریاستیں تھیں لسبیلہ، خاران اور مکران۔ ان تینوں ریاستوں میں بلوچی بولی جاتی تھی جبکہ قلات کے باقی علاقوں جھالاوان اور ساراوان میں بروہی بولی جاتی تھی۔ یہ تین ریاستیں بھی پاکستان سے الحاق کا عندیہ رکھتی تھیں۔ سب سے پہلے لسبیلہ کے جام غلام قادر نے پاکستان کے ساتھ الحاق کا اعلان کیا تھا۔ غلام قادر جب تک زندہ رہے، انتہائی دکھ سے روتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ پاکستان میں کوئی مظلوم نہیں، صرف پاکستان مظلوم ہے۔ جان لیجیے، یہ اس وقت پاکستان کو مظلوم کہہ رہے تھے جب کرپشن اور بدعنوانی اس انتہا کو نہیں پہنچی تھی جتنی آج پہنچ چکی ہے۔ بہرحال اس کے بعد خاران اور مکران کو بھی پاکستان میں شامل کر لیا گیا۔ لیکن قلات کی اسمبلی نے پاکستان میں شامل ہونے سے انکار کر دیا، حالانکہ خان آف قلات سمجھتے تھے کہ ہمیں پاکستان کے ساتھ الحاق کرنا چاہیے۔ ایک روایت کے مطابق خان آف قلات کو خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی، جس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ ایک ملک میرے نام پر بن رہا ہے، تم بھی اس میں شامل ہو جاؤ۔ لہٰذا 30 مارچ 1948ء کو خان آف قلات نے کراچی میں پاکستان کے ساتھ الحاق کا اعلان کر دیا۔ میری رائے میں بلوچستان کی عظیم اکثریت نے پاکستان کے ساتھ الحاق اپنی خوشی اور رضامندی کے ساتھ کیا تھا۔

سوال: بلوچستان کے نام سے یہ تاثر ملتا ہے کہ یہ کلیتاً بلوچوں کا صوبہ ہے۔ کیا یہی اصل صورتِ حال ہے یا اس میں غالب اکثریت بلوچوں کی ہے؟

جواب: بلوچستان کے شمال میں افغانستان، جنوب میں بحیرۂ عرب، مشرق میں صوبہ جات پنجاب، سندھ اور مغرب میں ایران واقع ہے۔ اِس کی آبادی 1998ء کی مردم شماری کے مطابق تقریباً 66 لاکھ ہے، اگرچہ یہ مردم شماری متنازع ہے، اور اس پر تحفظات کا اظہار کیا جاتا ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق صوبہ بلوچستان کی آبادی میں تناسب کے اعتبار سے 55 فیصد بلوچ اور 40 فیصد پشتون ہیں۔ باقی تمام قوموں کی نمائندگی 5 فیصد ہے۔

سوال: بلوچستان سے ہونے والی زیادتیوں کا اب ہمارے سیاستدان بھی اعتراف کرتے ہیں۔ یہ بتائیے کہ بلوچستان سے زیادتیوں کا آغاز کب اور کیسے ہوا؟

جواب: یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ بلوچستان کے ساتھ زیادتیوں کا سلسلہ قیام پاکستان اور قائداعظم کی زندگی ہی میں شروع ہو گیا تھا۔ اپریل 1948ء میں پہلا فوجی آپریشن ہوا تھا۔ لیکن اس معاملے میں قائداعظم کو بالکل بے خبر رکھا گیا۔ ویسے بھی قائداعظم اس وقت علیل تھے۔ اس وقت فوج میں انگریز آفیسر ابھی گئے نہیں تھے۔ ان انگریز فوجی افسروں نے ہی فوجی آپریشن کیا۔ خان آف قلات کے ایک بھائی پرنس عبدالکریم نے اس فوجی

آپریشن کے خلاف بغاوت کی اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہاڑوں پر چلے گئے اور بھرپور مزاحمت کی۔ فوج نے انھیں قرآن کی ضمانت دے کر واپس بلایا کہ آپ کو کچھ نہیں کہا جائے گا۔ لیکن جونہی انھوں نے سرنڈر کیا تو انھیں گرفتار کرلیا گیا اور 1955ء تک گرفتار رکھا گیا۔ لیکن اس کے باوجود عبدالکریم نے رہائی کے بعد آزاد بلوچستان کا کوئی مطالبہ نہیں کیا، بلکہ پاکستان کے اندر رہتے ہوئے خودمختاری کا مطالبہ کیا۔ پھر 6 اکتوبر 1958ء کو ایک اور فوجی آپریشن کیا گیا۔ اس میں بلوچوں کے راہنما میر نوروز نے جو اس وقت نوے سال کے تھے، بھی اپنے ساتھیوں سمیت پہاڑوں میں پناہ لی۔ انھیں بھی قرآن کا واسطہ دے کر بلایا گیا۔ میر نوروز کو نہ صرف گرفتار کیا گیا، بلکہ ان کے بیٹوں کو پھانسی دے دی گئی۔ تیسرا آپریشن 1961ء میں مری قبیلے کے خلاف ہوا۔ شیر محمد مری جو مری قبیلے کے سردار تھے، وہ کمیونزم سے بہت متاثر تھے۔ اسی لیے جنرل شیروف کے لقب سے مشہور تھے۔ 1973ء میں چوتھا فوجی ایکشن ہوا۔ اس وقت عوامی رہنما ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت تھی اور بلوچستان میں عطاء اللہ مینگل وزیر اعلیٰ تھے۔ بھٹو سیاستدان تھے اور آپ جانتے ہیں کہ سیاست دانوں میں ڈراما بازی ضرور ہوتی ہے۔ انھوں نے ایک ڈراما کیا کہ پاکستان کے خلاف لندن میں ایک بہت بڑا پلان بنا ہے، جس میں بلوچ رہنما شامل ہیں اور وہ بلوچستان کو پاکستان سے الگ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اخبارات میں یہ خبر بھی شائع ہوئی کہ عراق کے سفارت خانے پر چھاپہ مارا گیا ہے اور وہاں سے بہت بڑے اسلحہ کا انبار ملا ہے جو کہ بلوچستان کو آزاد کروانے کے لیے جمع کیا گیا تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ اسلحہ خود انھوں نے رکھوایا تھا۔ اس بہانے سے بھٹو صاحب نے عطاء اللہ مینگل کی حکومت کو گرایا۔ یہ بہت بڑا فوجی آپریشن تھا جو ایک عوامی دور میں ہوا۔ عطاء اللہ مینگل کی حکومت کو برطرف کر دیا گیا اور وہاں پر گورنر راج نافذ کر دیا گیا۔ اکبر بگٹی جو مشرف دور میں قتل کیے گئے۔ انھیں اس وقت صوبے کا گورنر بنایا گیا۔ اس دور میں بلوچوں کے ساتھ بہت زیادتیاں ہوئیں لیکن اس موقع پر ایک اچھی بات یہ ہوئی کہ مولانا مفتی محمود صاحب اس آپریشن کے خلاف احتجاجاً مستعفی ہوگئے۔ وہ اس وقت صوبہ سرحد (موجودہ خیبر پختونخوا) کے وزیر اعلیٰ تھے۔

1973ء کے بعد بلوچستان کے حوالے سے کافی اچھا دور گزرا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جنرل ضیاء الحق نے بلوچستان میں جو عام معافی کا اعلان کیا اور اس پر عمل بھی کیا، تو اس کے بڑے مثبت نتائج مرتب ہوئے۔ بلوچستان میں ایک طویل عرصہ تک خاموشی، بلکہ تعاون کی فضا برقرار رہی۔ 2006ء میں جنرل پرویز مشرف نے فوجی آپریشن سے پہلے ایسی بیہودہ بات کہی کہ ''بلوچوں کو یہ جان لینا چاہیے کہ اب 73ء والی بات نہیں رہی، اب انھیں پتا بھی نہیں چلے گا کہ فوج نے انھیں کہاں سے Hit کیا ہے۔'' یہ بات بلوچ عوام کے لیے بہت بڑی گالی اور طعنہ تھا۔

سوال: خفیہ ایجنسیوں پر بلوچستان کے حوالہ سے بڑے سنگین الزامات ہیں، خصوصاً افراد کا لاپتہ ہونا اور بعدازاں اُن کی ویرانوں سے مسخ شدہ لاشوں کا ملنا۔ کیا واقعتاً ہماری خفیہ ایجنسیاں ایسی حرکتیں کر رہی ہیں؟ یہ بھی بتایئے کہ بلوچستان کے حالات کیسے سدھریں گے؟

جواب: میں یہ سمجھتا ہوں کہ سب سے پہلے پھر عام معافی کا اعلان ہونا چاہیے۔ بلوچوں کو یہ یقین دہانی کروانی چاہیے کہ بلوچوں کی زمین پاکستان کا حصہ ضرور ہے لیکن اس کے تمام وسائل پر پہلا حق بلوچوں کا ہے۔ آپ سوئی گیس کا معاملہ ہی لے لیجیے کہ سوئی گیس لاہور میں پہلے پہنچی اور کوئٹہ میں بعد میں آئی۔ یہ کتنی زیادتی والی بات ہے۔ دوسری طرف جو آپ نے قتل و غارت کی بات کی ہے، میں سمجھتا ہوں اگرچہ یہ غلط ہوا، لیکن اس معاملے میں تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ یہ سلسلہ اس طرح شروع ہوا تھا کہ بلوچستان میں غیر بلوچیوں کی ٹارگٹ کلنگ شروع ہوئی تھی۔ یہ ایک جرم تھا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسے حالات پیدا ہی کیوں کیے گئے کہ ٹارگٹ کلرز پیدا ہو گئے، یا لبریشن آرمیز بن گئیں۔ یہ سب کچھ حکمرانوں کی غلط پالیسیوں اور بددیانتیوں کی وجہ سے ہوا۔ لیکن اگر ٹارگٹ کلنگ شروع ہوئی ہے تو آپ ٹارگٹ کلر کو ڈھونڈیں، اِن کو پکڑیں اور عدالت میں لائیں۔ لیکن ہماری ایجنسیوں نے اس کا حل یہ سوچا کہ دو چار بلوچوں کو اُٹھا کر ٹارچر سیلز میں لے جا کر مار دیتے اور ان کی مسخ شدہ لاشیں پھینک دیتے جو انتہائی غلط اور اشتعال انگیز قدم ہے۔ کیا ایسا قانون ہو سکتا ہے کہ ڈاکوؤں کے گھر میں ڈاکہ مارنے کی اجازت ہو۔ اگر وہ ایسا کر رہے تھے تو حکومت کا یہ فرض تھا کہ وہ پوائنٹ آؤٹ کرتے، ان کو عدالتوں میں لاتے اور عدالتی پروسیجر کے تحت ان کو سزائیں ملتیں۔

سوال: امریکی کانگریس کی ایک کمیٹی میں بلوچستان معاملے کی سماعت ہوئی ہے۔ کیا یہ پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں؟

جواب: یہ بہت بڑی بدقسمتی ہے۔ مثال کے طور پر آپ کے محلے میں کوئی گھر ہو اور اس کے مکین ہر وقت لڑتے جھگڑتے ہوں، ان کے لڑنے جھگڑنے کی آوازیں سارے محلے میں جا رہی ہوں تو ایک وقت آئے گا کہ ہمسائے بلکہ دور والے بھی مداخلت کریں گے کہ مسئلہ کیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ قصور ہمارا اپنا ہے۔ ہم اپنے گھر کے حالات ٹھیک نہیں کر رہے ہیں۔ پھر یہ کہ ہم معاشی طور پر کمزور اور غیروں کے دست نگر بھی ہیں اور آپس میں لڑ مر بھی رہے ہیں۔ گویا غیروں کو مداخلت کا موقع تو ہم خود دے رہے ہیں۔ امریکی کانگریس کی خارجہ کمیٹی نے ایک سماعت کی ہے کہ بلوچستان میں پاکستان بہت ظلم کر رہا ہے۔ (اور یہ الفاظ قابل غور ہیں) کہ پاکستان پر اس حوالے سے بیرونی دباؤ ڈالا جانا چاہیے۔ آپ یہ سمجھیں کہ ایک حملے کا آغاز ہو رہا ہے۔ دوسری بات جو اس سے زیادہ خطرناک ہے وہ یہ کہ ''آخر پاکستان بلوچوں کو آزادی کیوں نہیں دے دیتا۔'' میں ان امریکیوں سے سوال کرتا ہوں کہ کیا کشمیر میں ہونے والے مظالم وہاں ہونے والے جبر اور کشمیر میں لاپتہ ہونے والے لوگ، ویرانوں سے ملنے والی مسخ شدہ لاشیں اور عورتوں کی بے حرمتی امریکی کانگریس کے ارکان کو نظر نہیں آتی۔ کشمیریوں پر ظلم و سفاکی کی سیاہ رات مسلط ہے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ کشمیر میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ بلوچستان کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے، لیکن امریکی کانگریس کے ارکان ان کے خلاف بولنے کی ہمت نہیں کریں گے۔ میری پہلی والی بات کہ کشمیر جن کے قبضے میں ہے ان کی معیشت مضبوط ہے، ان کی خارجہ پالیسی آزاد ہے، وہاں داخلی جھگڑے اس سطح کے نہیں ہیں، لہٰذا امریکی جرأت نہیں کرتے کہ اس کا ذکر کریں۔ جبکہ بلوچستان کا ذکر اس لیے کر رہے ہیں کیونکہ ہم کمزور، محتاج اور باہم دست و گریباں ہیں۔ اصل وجہ یہ ہے کہ امریکہ افغانستان میں بری طرح ناکام ہو رہا ہے۔ پہلے امریکی یہ سمجھتے تھے کہ اگر ہم نے افغانستان سے انخلاء کر لیا، تب بھی ہم وہاں پر

اپنے اڈے قائم رکھ سکیں گے۔ اب امریکہ کو یہ محسوس ہو رہا ہے کہ شاید ہم وہ اڈے بھی قائم نہ رکھ سکیں، تو اس خطے میں اپنی بالادستی قائم رکھنے کے لیے اُن کا رُخ بلوچستان کی طرف ہوگیا ہے۔ کیونکہ بلوچستان کا علاقہ افغانستان کے مقابلے میں زیادہ پرکشش ہے۔ چین کا دنیا سے رابطہ کاٹنے اور ایران کے سر پر آنے کے لیے امریکہ ایسے اقدامات اُٹھا رہا ہے۔ ویسے بھی سٹریٹجک پوزیشن کے حوالے سے بلوچستان امریکہ کے لیے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ امریکہ آج کل معاشی بدحالی کا شکار ہے، تو وہ ڈھونڈ رہا ہے کہاں کہاں مال موجود ہے۔ ان حالات میں امریکی پلاننگ یہ لگتی ہے کہ پہلے بلوچستان کو الگ کیا جائے، پھر وہاں پر افغانستان جیسی حکومت قائم کی جائے۔ لیکن بلوچ قوم پرستوں کو احساس ہوگیا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ پاکستان کے بعد جو ہمارے ہمدرد بن کر آئے ہیں وہ ہمارے ساتھ پاکستان سے بھی زیادہ بُرا سلوک کریں۔ اِن خدشات کا اظہار بلوچ رہنما عطاء اللہ مینگل اپنے ایک بیان میں کر چکے ہیں۔

سوال: بلوچستان کے حالات خراب کرنے کے حوالہ سے غیر ملکی مداخلت کاروں کی بات بھی سامنے آئی ہے۔ یہ مداخلت کار بھیجنے والے ممالک کون کون سے ہیں اور وہ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟

جواب: بات یہ ہے کہ اتحادِ ثلاثہ (بھارت، اسرائیل، امریکہ) پاکستان کے خلاف ایک عرصے سے برسرِ پیکار ہے اور مختلف انداز سے مداخلت کر رہا ہے۔ آپ نے نوٹ کیا ہوگا کہ برہمداغ بگٹی کی بہن اور بھانجی کو کراچی میں مار دیا گیا ہے۔ میری رائے میں انھیں مارنے میں کسی خفیہ ایجنسی کا ہاتھ نہیں ہوگا۔ یہ کیوں ماری گئیں؟ اصل میں ہمارے دشمن جانتے ہیں کہ اس وقت بلوچستان میں شورش کی اصل وجہ اکبر بگٹی کا قتل ہے۔ اگر اکبر بگٹی کے خاندان میں کسی اور کو قتل کر دیا جائے تو نفرت اور غصہ اور بڑھے گا۔ میری رائے میں ہمارے اپنے مہربانوں کی وجہ سے جو ملک دشمن ایجنٹ ہمارے ملک میں جاسوسوں اور مداخلت کاروں کی شکل میں آ چکے ہیں، یہ ان کا کارنامہ ہے۔ تو اب ان کے پاس بڑا نادر موقع ہے کہ بلوچوں کو اشتعال دلائیں۔ پھر ہم یہ توقع ہی کیوں رکھتے ہیں کہ بھارت ہمارے لیے خیر کا پیغام لے کر آئے گا اور خیر کی بات کرے گا۔ میرے خیال میں یہ اندرونی عدم استحکام، معیشت کے دیوالیے، سیاسی عدم استحکام اور آپس میں لڑنے کا نتیجہ ہے جو ہمارے سامنے آ رہا ہے۔

سوال: آپ کی نظر میں مسئلہ بلوچستان کا دیرپا حل کیا ہے؟

جواب: بلوچوں کے ساتھ ہماری زبان، نسل، طرزِ زندگی اور بود وباش کوئی شے نہیں ملتی سوائے مذہب اسلام کے۔ آپ سوچیے، بلوچستان کے عوام پاکستان کے ساتھ کیوں شامل ہوئے تھے جبکہ ہماری اور ان کی کوئی شے مشترک نہیں تھی۔ ہمیں قدرِ مشترک اسلام کے رشتے کو مضبوط کرنا تھا، مگر ہم نے اِسے فراموش کر دیا۔ اسلام کے اِس نظریہ سے ہم نے انحراف کیا، منہ موڑ لیا اور اعراض کیا۔ ہم نے اللہ سے بدعہدی کی اور دین سے غداری کے مرتکب ہوئے تو نتیجہ یہی نکلنا تھا۔ اگر دو اینٹوں میں سے آپ سیمنٹ نکال دیں تو وہ اینٹیں کبھی اکٹھی جڑی نہیں رہ سکتیں۔ ہم نے نہ صرف نظریے سے انحراف کیا بلکہ ہم نے یہاں تک کہہ دیا کہ پاکستان کلمے کی بنیاد پر بنا ہی نہیں تھا۔ میرا یہ مؤقف تو سندھیوں کے بارے میں بھی ہے کہ اگر سندھیوں سے ہمارا اسلام کا رشتہ نہیں ہے تو پھر کیا رشتہ ہے؟ وگرنہ زندگی کے کسی شعبہ میں اشتراک ڈھونڈے سے بھی نہیں ملے گا۔ تو جب تک ہماری قوم بحیثیت مجموعی اور ہمارے حکمران یہ نہیں سمجھیں گے کہ ہماری قومیت کی اصل بنیاد کیا ہے اور ہم اس بنیاد کو مستحکم نہیں کریں گے، پاکستان کبھی استحکام حاصل نہیں کر سکے گا۔ یہ ہماری سوچی سمجھی رائے ہے۔ پاکستان کی اصل بنیاد اسلام ہے۔ اسی بنیاد پر تعمیر ہوگی تو عمارت مستحکم ہوگی وگرنہ اس کے وجود کو لاحق خطرات بڑھتے چلے جائیں گے۔

(قارئین اس پروگرام کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر خلافت فورم کے عنوان سے دیکھی جاسکتی ہے۔)

(مرتب: وسیم احمد)

دعائے صحت کی اپیل

- تنظیم اسلامی ملتان کینٹ کے رفیق محمد فیصل قریشی کی والدہ صاحبہ کا آپریشن ہوا ہے
- سمن آباد لاہور سے انجمن خدام القرآن کے دیرینہ ساتھی شیخ منظور شدید علیل ہیں

اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفائے کاملہ عطا فرمائے۔ رفقاء اور قارئین سے بھی دعائے صحت کی درخواست ہے۔

دعائے مغفرت کی اپیل

- تنظیم اسلامی پشاور جنوبی کے رفیق محسن حبیب کی دادی صاحبہ بقضائے الٰہی وفات پاگئیں
- تنظیم اسلامی پشاور جنوبی کے امیر وارث خان کے بہنوئی بقضائے الٰہی وفات پاگئے
- رفیق تنظیم اسلامی اقبال ٹاؤن (لاہور) اخلاق احمد کی والدہ ماجدہ طویل علالت کے بعد انتقال فرماگئیں
- تنظیم اسلامی نیو ملتان کے ملتزم رفیق محمد اقبال ظفر کے والد وفات پاگئے
- تنظیم اسلامی نیو ملتان کے مبتدی رفیق منور علی کی والدہ محترمہ وفات پاگئیں
- حلقہ کراچی جنوبی کی تنظیم بنوری ٹاؤن کے ملتزم رفیق جناب محمد امین کے چچا کا انتقال ہوگیا ہے
- منفرد اُسرہ جوہر آباد کے مبتدی رفیق اللہ دین وفات پاگئے
- مقامی تنظیم سرگودھا کے نقیب حافظ محمد عبداللہ کی بھتیجی وفات پاگئیں
- مقامی تنظیم سرگودھا کے امیر ملک محمد افضل اعوان کی والدہ انتقال کرگئیں

اللہ تعالیٰ مرحومین و مرحومات کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ قارئین و رفقاء سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اللّٰھم اغفرلھم وارحمھم وادخلھم فی رحمتک وحاسبھم حسابًا یسیرًا

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- از روئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط وکتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لیے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز
قرآن اکیڈمی 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 3-5869501
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

اسلامی ریاست

تعارف و اہمیت

حافظ عبدالحنان کیلانی

ریاست انسانی معاشرے کا ایک انتہائی اہم ادارہ ہے، جس کا فرد اور اجتماع سے مخصوص نوعیت کا تعلق ہے۔ عصر حاضر میں اس تعلق میں اتنی زیادہ وسعت آ گئی ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ کی صورت گری قریباً یہی ادارہ کرنے لگا ہے۔ اس وجہ سے اس کی اہمیت بہت ہی بڑھ گئی ہے۔

ریاست کی ابتداء کے متعلق مختلف نظریات پائے جاتے ہیں، جو محض قیاس آرائیوں اور وہم وگمان پر مبنی ہیں یا جن کے اندر جزوی حقائق کو کلی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔

اسلام چونکہ ایک جامع دین ہے، جس میں انسانی زندگی کے تمام شعبوں کے متعلق بتمام وکمال رہنمائی موجود ہے۔ ایسے ہی انسانی زندگی کے اس اہم پہلو کے متعلق بھی اسلام نے تعلیمات دی ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شریعت اسلامیہ چند اخلاقی اور رسمی عبادات کا مجموعہ ہے، جس کا مقصد فقط اللہ اور بندے کے تعلق کو استوار اور مضبوط کرنا ہے۔ رہی بات انسانی زندگی کے دیگر شعبہ ہائے حیات کی بشمول ریاست و حکومت کے، تو اس سے شریعت کا کوئی تعلق نہیں۔ حالانکہ یہ بات بالکل خلاف حقیقت ہے کیونکہ شریعت اسلامیہ کی سیاسی تعلیمات کا اگر مطالعہ کیا جائے تو نہ صرف یہ کہ ایک مکمل اور بہترین ریاست وحکومت کا نقشہ وخاکہ سامنے آتا ہے بلکہ سازگار اور موافق حالات میں اس کے قیام ونفاذ کی مساعی کرنے کے بھی وجوبی احکام سامنے آتے ہیں۔ کیونکہ جملہ اسلامی احکام کی ترویج وتنفیذ اس کے بغیر ناممکن ہے۔ جیسے اقدام جہاد حدود وتعزیرات کا قیام، باہمی معاملات طے کرنا وغیرہ۔

اقتدار اور حکومت دعوت کی تکمیل اور اصلاح انسانیت کا ایک مؤثر ترین اور بہترین ذریعہ و وسیلہ ہے۔ ویسے بھی اگر ہم حالات وواقعات کا جائزہ لیں تو آج سے ایک عرصہ پہلے حکومت کا دائرہ کار محدود سا ہوا کرتا تھا، جس میں امن وامان، نظم وضبط اور دفاع کا قیام تھا۔ لیکن دور جدید میں سائنسی ایجادات اور ذرائع ابلاغ اور سماجی انقلابات کی وجہ سے فکر انسانی کو جو وسعت ملی ہے، اس کی بدولت ریاستی امور کا دائرہ کار بھی وسعت اختیار کر گیا ہے، لہٰذا اب اجتماعی عدل اور سماجی فلاح بھی ریاست کے امور منصبی میں سے ہیں۔ چنانچہ آج کی ریاست جہاں امن ودفاع کی پالیسیاں بناتی ہے وہاں علم کی اشاعت، دولت کی منصفانہ تقسیم، سماجی بے راہ روی کا انسداد اور اخلاقیات کے فروغ کے لیے بھی ضابطہ بندی کرتی ہے۔ آج کے ریاستی دائرہ کار کی وسعت کے تناظر میں دیکھا جائے تو ایک نظریاتی مملکت کی اہمیت دو چند ہو کر سامنے آتی ہے۔ جبکہ ایک اسلامی ریاست اپنے دائرہ کار میں وسعت بھی رکھتی ہے اور ایک جامع نظریہ کی حامل بھی ہوتی ہے۔

ریاست کا تعارف:

اگر ایک اسلامی ریاست کا نقشہ سمجھنے کے لیے ہم ظاہری ڈھانچے اور مادی اجزائے ترکیبی کے حوالے سے دیکھیں تو پھر اسلامی اور غیر اسلامی ریاست میں کوئی فرق نہیں ہے۔ مثلاً ایک غیر اسلامی ریاست کے مادی اجزائے ترکیبی یہ ہیں۔

1) معاشرہ یا آبادی: کسی بھی ریاست کے قیام کے لیے ایک معاشرے یا آبادی کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اس کے بغیر ریاست کا تصور ناممکن ہے۔

2) مخصوص علاقہ یا خطۂ ارضی: کوئی ریاست مخصوص علاقے کے بغیر معرض وجود میں نہیں آ سکتی، کیونکہ خطۂ ارضی پر قبضے ہی کی بدولت ریاستی اختیار واقتدار کا اظہار کیا جا سکتا ہے۔

3) داخلی سطح پر بااقتدار ہونا: کوئی قوم یا معاشرہ اگر داخلی سطح پر بااقتدار نہیں ہوگا تو غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہوگا۔ اس صورت میں وہ اپنے تشخص کا اظہار نہیں کر سکے گا۔

4) خارجی سطح پر خود مختاری: کوئی قوم جب تک خارجی سطح پر خود مختار پالیسیاں نہیں وضع کر سکتی اس وقت وہ ایک ریاست نہیں تشکیل دے سکتی۔

درج بالا ریاست کے عناصر ترکیبی کو اگر ہم دیکھیں تو اس لحاظ سے ایک اسلامی ریاست کے لیے بھی یہی عناصر ضروری ہیں۔ چنانچہ ریاست مدینہ مذکورہ چاروں اجزاء پر مشتمل تھی۔ لہٰذا مادی اجزائے ترکیبی کے اعتبار سے ایک اسلامی اور غیر اسلامی ریاست میں کوئی فرق نہیں ہے۔ البتہ اگر ریاستی مقاصد واہداف اور اصولوں کو پیش نظر رکھیں تو پھر ایک اسلامی اور غیر اسلامی ریاست میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

اسلامی ریاست کے بنیادی اصول:

ذیل میں ہم صرف اسلامی ریاست کے اصول پیش کرنے پر اکتفا کریں گے، جن سے اس کے اہداف و مقاصد کا تعین ہو سکے۔ ویسے تو اسلامی شریعت وفقہ نے ریاست وحکومت کے لیے جو الفاظ و اصطلاحات استعمال کی ہیں، اگر اُن پر غور کیا جائے اور ان کے مضمرات کو سمجھنے کی کوشش کی جائے تو ان اصطلاحات سے ہی اسلام کا ریاستی نظم سمجھ میں آ سکتا ہے۔

اسلام نے ہر باب میں اپنے مخصوص انداز و مزاج کے مطابق مروجہ اصطلاحات کی بجائے اپنے نظم سیاسی کے اظہار کے لیے اپنی الگ اصطلاحات استعمال کی ہیں۔ مثلاً اسلامی لٹریچر میں ریاست وحکومت کی بجائے خلافت وامارت یا امامت یا دارالسلام اور سلطان کی اصطلاحات ملتی ہیں۔ اس ضمن میں یہ بات واضح رہے کہ خلافت یا دارالسلام کا لفظ ریاست کے لیے جبکہ امامت، امارت یا سلطنت، حکومت کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

اگر ہم اسلام کے نظریہ سیاست و ریاست کا جائزہ لیں تو یہ اسلامی ریاست کے رہنما اصولوں کے ضمن میں درج ذیل باتیں نمایاں طور پر سامنے آتی ہیں

1 اجتماعیت کا شعور فطری وتکوینی چیز:

اسلام کی نظر میں منظم اجتماعیت کی طرف رجحان

انسان کی فطرت وتکوین میں ودیعت کر دیا گیا ہے۔ یہ کوئی ایسی چیز نہیں جو خارج سے لاحق کی گئی ہو جو مصنوعی ہو بلکہ یہ اس کے شعور وفطرت کا تقاضا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جب انسان کی تخلیق فرمانے لگے تو فرشتوں کے سامنے فرمایا:

﴿اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً﴾ (البقرۃ:30)

”بے شک میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں۔“

لہٰذا خلافت ونیابت کی صلاحیتوں سے انسان کو ابتدائے آفرینش سے ہی نوازا گیا ہے۔

2 نائب الٰہی:

انسان اللہ کا خلیفہ ہے۔ وہ خود مختار، مطلق العنان اور بے لگام ہستی نہیں ہے، جو اپنے تمرد اور فرعونیت کے تحت جو چاہے کرتا پھرے۔ وہ اس دنیا میں نائب وامین کی حیثیت سے زندگی بسر کرے گا۔ وہ ایک برتر و اعلیٰ ہستی کے سامنے جوابدہ ہے، جو اس کی بازپرس کرے گی۔

3 خدائی حاکمیتِ اعلیٰ:

اسلامی ریاست میں حاکمیت یا اقتدار اعلیٰ عوام یا مطلق العنان بادشاہ وقت کو حاصل نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے: ﴿اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ﴾ (حاکمیت صرف اللہ کے لیے ہے) انسان صرف محکوم اور نائب خدا ہے۔ اُس کا کام اللہ کے دیئے گئے احکام کی ترویج وتنفیذ ہے، البتہ جن معاملات میں اس کے احکام موجود نہ ہوں، ان میں اپنے اجتہاد وبصیرت سے کام لے کر فیصلہ کرنے کا مجاز ہے۔

4 عالمگیریت:

اسلام اپنی خلافت و ریاست کی اساس عالمگیریت پر رکھتا ہے۔ اس میں وہ رنگ، وطن اور نسل و نسب کی قید نہیں لگاتا۔ آپ کی بعثت تمام نوع انسانی کی طرف ہے۔ اور آپ کو جو دین عطا کیا گیا ہے، وہ بھی ساری انسانیت کے لیے ہے۔ اسلام شعوب وقبائل اور رنگ ونسل کی بنیاد پر اعلیٰ وادنیٰ کی تفریق کا قائل نہیں۔

﴿یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا﴾

(الحجرات:13)

”اے لوگو! بلاشبہ ہم نے تمہیں ایک مذکر ومونث سے پیدا کیا ہے (باعتبار تخلیق تم یکساں ہو) اور تمہارے قبائل کو فقط تعارف وپہچان کے لیے بنائے ہیں۔“

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسولؐ ہاشمی

5 کامل مساوات:

اسلام ریاستی امور چلانے کے لیے امامت و امارت کی بنیاد اہلیت وصلاحیت پر رکھتا ہے۔ اس میں وہ ادنیٰ اور اعلیٰ، اسود وابیض، امیر وغریب جیسے تمام مصنوعی امتیازات یکسر ختم کر دیتا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا﴾

(النساء:58)

”اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانت داروں کی امانتیں ان کے حوالے کر دیا کرو۔“

6 امر بالمعروف ونہی عن المنکر

یہ بات خاص طور پر پیش نظر رہے کہ اسلام کا مزاج بنیادی طور پر دعوتی واصلاحی ہے۔ اسلامی ریاست ایک نظریاتی ریاست ہے۔ اسلام ریاست وحکومت کو بھی دعوت و اصلاح کے لیے استعمال کرتا ہے۔ لہٰذا اسلام کے ہاں ریاست صرف امن وامان اور خوشحالی ہی کے لیے نہیں ہے، بلکہ نیکی وبھلائی کے فروغ کے ساتھ ساتھ فواحش ومنکرات اور ہر نوع کی برائی کے خلاف قوت کا استعمال اُس کی اہم ذمہ داری ہے۔

7 شورائی نظام:

ایک اسلامی ریاست میں جبر و استبداد اور آمریت و ڈکٹیٹر شپ کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ وہاں شورائیت نہ صرف انتہائی اہم بلکہ امیر کی ضرورت ہوتی ہے۔ (وَاَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ) ”اور ان کے معاملات باہم مشورے سے طے ہوتے ہیں“۔

شمارہ مارچ 2012
غلبہ واقامت دین کی جدوجہد کا حُدی خواں
تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان
ماہنامہ میثاق لاہور
اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

بلوچستان کا مسئلہ اور امریکی کانگریس کی قرارداد ..... ایوب بیگ مرزا
ارکانِ اسلام ..... ڈاکٹر اسرار احمدؒ
حبِ رسول ﷺ کی اہمیت ..... پروفیسر محمد یونس جنجوعہ
حسنِ نیت: نیک عمل کی اساس ..... عتیق الرحمٰن صدیقی
حق مہر کے لیے قرآن حکیم میں وارد الفاظ ..... حافظ محمد مشتاق ربانی
سب وشتم: فساد کی جڑ اور بدترین گناہ ..... حافظ محمد زاہد
کلامِ اقبال: قرآن کے ترازو میں (۲) ..... پروفیسر عبداللہ شاہین
مولانا وحید الدین خان: اپنے الفاظ کے آئینے میں ..... حافظ محمد زبیر

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ”بیان القرآن“ تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے
☆ صفحات: 96 ☆ قیمت: 25 روپے ☆ سالانہ زرتعاون (اندرون ملک) 250 روپے
مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 042-35869501-3، email:maktaba@tanzeem.org

اپنی خودی پہچان

عامرہ احسان

چاند پر کھڑے چینی، امریکی اور پاکستانی کی حکایت بہتوں نے سن رکھی ہوگی جس کے مطابق زمین پر چاند سے دکھائی دینے والی لکیر کو چینی نے دیوارِ چین بتلایا۔ امریکی نے فوراً اپنے لینڈ مارک کی نشاندہی کی۔ پاکستانی نے حقیقت پر سے پردہ اٹھاتے ہوئے بتایا کہ اصلاً یہ پاکستان میں چینی کے حصول کے لئے لگی ہوئی لائن ہے۔ جس دور کی یہ حکایت ہے اُس وقت حکمرانوں نے عوام کی چینی بند کر رکھی تھی لیکن آج چاند پر کھڑے ہوکر کوئی دیکھے تو پاکستان پورا لائنوں سے پٹا پڑا دکھائی دے گا۔ ایک دن گیس بند ہونے سے پہلے کی لائن، پھر گیس کے واپس آنے کے دن کی لائن۔ دنیا کو لائن بنانا تو ہم نے سکھایا تھا۔ رومی سفیر نے نماز کی تیر کی طرح بندھتی سیدھی صفیں دیکھیں تو جل بھن اٹھا۔ عمرؓ تو میرا کلیجہ چبا گیا۔ اُس نے (قبل از اسلام انتشار زدہ) عربوں کو تہذیب سکھا دی۔ اس تہذیب نے عروج پایا اور دنیا پر یوں چھا گئی کہ ع تھمتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا۔

آج کے رومیوں کے لاشعور پر مسلمان کی چھائی ہیبت بلا سبب تو نہیں۔ اگرچہ خوئے اسداللّٰہی ہم گورے کے نظامِ تعلیم اور نظامِ تربیت (حکمرانی، بیوروکریسی، فوج میں) کے ہاتھوں کھو بیٹھے۔ ہیبت طاری کرنے والا اللہ کا شیر امریکی سرکس کا شیر بن کر رہ گیا، پھر بھی چونکہ افغانوں نے دنیائے کفر کے بدترین خواب سچ ثابت کر دکھائے، لہٰذا ہر مسلمان ان کے اعصاب پر ہوّا بن کر چھا گیا۔ یہاں تک کہ نیو یارک پولیس کی تربیت کے لیے امریکی مسلمانوں کے تناظر میں ''تیسرا جہاد'' نامی فلم دکھائی گئی جس پر مقامی مسلمان سیخ پا ہیں۔ مسلمان بے چارا شیروں والی داڑھی صاف کر بیٹھا۔ بیوی بیٹی کو جین پہنا دی۔ موسیقی کا دلدادہ ہوگیا۔ اس کے باوجود خوابوں میں ڈرانے والے عمر فاروقؓ، صلاح الدین ایوبی اور اسامہ بن لادن و ملا عمر انہیں چین کی نیند سے محروم کیے ہوئے ہیں۔ تیسرا جہاد نامی فلم انہی تین ادوار کی نشاندہی کر کے نیو یارک پولیس کو جہادِ دوراں کے لیے ریڈ الرٹ پر رکھنے کا سامان ہے! حالانکہ اِدھر ہماری حالتِ زار یہ ہے کہ نماز کی لائن میں لگنا ہم بھول گئے۔ مساجد کی جگہ اب ہمارا انتخاب گیس سٹیشن ہے۔ مسجد کے مولوی سے گورے نے ہمارے رگ و پے میں چڑ اور ضد بو دی ہے لہٰذا قوم کا انتخاب منہ مانگا ہے۔ اللہ نے ہمیں گیس کی صبر آزما لائنوں میں گھنٹوں کھڑا کر دیا۔ اگرچہ......

وہ ایک ''لائن'' جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار ''لائنوں'' سے دیتی ہے آدمی کو نجات!

امریکہ کے آگے کشکول بدست لائن لگائے ہم کھڑے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے اب کانگریس میں بلوچ قوم پرست نمائندہ حسین بور جا کھڑا ہوا۔ آپ نے دس سالہ غلامی میں اپنے ہوائی اڈے بیچے، مسلمان بیچے، عافیہ بیچی، قبائلی علاقے بیچے، لال مسجد جامعہ حفصہ بیچی، امریکہ دشمنوں سے عقوبت خانے بھرے لائنوں میں لگ لگ کر ان سب کے ڈالر وصول کیے۔ ''نائن الیون سے چل کر ہم اڈیالہ 11-'' تک آ پہنچے۔ خونخوار کہانیاں رقم کیں۔ بلوچستان میں بگٹی کا خون بو کر آپریشنوں کے

> وطنیت اور پارٹیوں کی پوجا پاٹ کی تنگ نائے سے نکل کر ہمیں اسلام کی وسعتوں سے ہمکنار ہونا ہے۔
>
> امریکہ کی غلام نہیں، ہمیں مضبوط ایمان والی تقویٰ والی فوج درکار ہے جو امریکی مفادات اور پاکستان میں پھیلے ہوئے سی آئی اے، امریکی جال کی جگہ پاکستان اور نظریہ پاکستان کی محافظ ہو

جنگل کاٹے۔ مسخ شدہ لاشوں نے قوم پرست بلوچوں کے خوابوں میں رنگ بھرے۔ بھارت امریکہ کی مرادیں بر آئیں۔ وہ مٹھی بھر علیحدگی پسند بلوچ (جو بلوچ بھائیوں کے برعکس) پہلے مارکسسٹ تھے اور روس کا کھاتے تھے، اب امریکہ کے در پر سجدہ ریز ہو رہے ہیں۔ جنیوا یورپ اب ان کا ٹھکانہ ہے۔ امریکہ پرستی کے سفینے کے ملاح تو دیکھئے۔ این آر او کے شیش ناگ سے قوم کو ڈسوا کر غازیانِ لوٹ کھسوٹ اور شہدائے کرسی اس سفینے کے کپتان ٹھہرے۔ پختون قوم پرستوں کے (پہلے روس بھارت نواز اب امریکہ نواز!) ٹولے کے منہ میں پختون خوا کی چوسنی دے کر، ریل کے ڈبوں سے کھیلنے کی اجازت دے کر لٹیا ڈبوئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آپ سلالہ والوں کا خون (حسبِ سابق) فراموش کر کے نیٹو سپلائی رواں کر چکے اور اُدھر امریکی کانگریس حسین بور بلوچ کو بڑے خشوع وخضوع سے سنتی بلوچستان کے حقِ خودارادیت پر لب کشا ہے! کشمیریوں کے خون سے غداری کا یہ پھل ملنا تھا کہ حقِ خودارادیت کا ریفرنڈم اب (خدانخواستہ) بلوچستان میں رچائے جانے کی دھونس دھمکی ہوگی؟

حسین بور بلوچستان کو تھال میں رکھ کر کانگریس میں خوانچہ لگائے بیچ رہے ہیں۔ ذرا ان کی صدا سنئے۔ ان گنت تزویراتی اور معاشی امکانات امریکیوں کو آزاد بلوچستان سے حاصل ہو سکتے ہیں بشمول ایران کو لگام دینے اور ابھرتے چین کا راستہ روکنے کے۔ پاکستان کو افغانستان میں تزویراتی گہرائی حاصل کرنے سے روکنے کا اضافی فائدہ ہمراہ ہے! توانائی اور معدنی وسائل کے ذخائر میں مضمر امریکی مفادات اس پر مستزاد ہیں جو بلوچوں کے ساتھ معاہدات کے ذریعے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ یہ ہے وہ لالچ جو کانگریس کے منہ میں پانی بھر لایا اور وہ ہمارے غلام حکمرانوں اور فوج کی دی گئی بے حساب قربانیوں کو لمحے بھر میں بھول بیٹھے! حکمران بیچارے دوستی بحال کرنے کو سسک رہے ہیں اور ادھر بلوچستان کی زمین پیروں تلے کھسکانے کا انتظام جاری ہے۔ کراچی تا آبنائے ہرمز!

جناب ہم نے امریکہ کی خاطر پاکستان کے دشمن بڑی محنت سے گھڑے ہیں۔ بلوچوں کو مار مار کر پاکستان دشمنی پر اکسایا، ابھارا، مجبور کیا ہے۔ مسخ شدہ لاشیں وصول کرنے والے خاندان سر میں خاک ڈال کر پہاڑوں پر

کیوں نہ جا چڑھیں؟ پاکستانی فوج امریکی مقاصد کی خاطر دس سال 'قربانیاں' دیتی رہی۔ امریکہ کس منہ سے اب بلوچستان کو حقوق دینے چلا ہے۔ اس کی حقیقت عین وہی ہے جو امریکہ شام تعلقات کی رہی۔ امریکہ نے شام کو مسلسل افراد ٹارچر کرنے کے لیے نائن الیون کے بعد تھمائے۔ گارڈین میں شائع شدہ رپورٹ میں سی آئی اے ایجنٹ رابرٹ بیئر نے کہا تھا کہ سنجیدہ تفتیش درکار ہوتی تو لوگوں کو اردن کے حوالے کیا جاتا اور اگر ٹارچر کروانا مقصود ہوتا تو شام کے حوالے کر دیا جاتا۔ اب یکا یک امریکہ شام کو انسانی حقوق کی پاسداری کے بھاشن دے رہا ہے۔

'رُت بدلتی دیکھ کر' پاکستان میں پیشہ ورانہ تربیت اور انٹیلی جنس شیئرنگ کے ناموں پر جو کچھ ہوتا رہا، اسی کا نتیجہ اڈیالہ 11' اور بلوچستان ہے۔ اس تربیت کے لیے خصوصی دستے مشرف دور میں شام، مصر بھی بھیجے گئے۔ اب جب چہروں سے نقاب سرکنے لگے تو امریکہ کو یکا یک بلوچستان میں انسانی حقوق کا دورہ پڑ گیا!

بلوچ جان لیں یہ آزادی نہیں امریکی غلامی کے سودے ہیں۔ 'ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو' امریکہ ہی کا عنوان ہے! اس وسیع تر تناظر میں دیکھئے۔ حسنی مبارک، بشار الاسد سے برسرِ پیکار مسلمانوں کا انتخاب اب اسلام ہی ہے۔ دامانِ عافیت صرف یہی ایک ہے۔ بشر الاسد نے شام کے در و دیوار پر لکھوا رکھا ہے۔ لا الہ الا الوطن ولا رسول الا البعث (بعث پارٹی) جس کے جواب میں کلمہ طیبہ اور الشہید حبیب اللہ (شہید اللہ کا دوست ہے) مسلمانوں کا نعرہ ہے۔ وطنیت اور پارٹیوں کی پوجا پاٹ کی تنگ نائے سے نکل کر ہمیں اسلام کی وسعتوں سے ہمکنار ہونا ہے۔ امریکہ کی غلام نہیں، ہمیں مضبوط ایمان والی تقویٰ والی فوج درکار ہے جو امریکی مفادات اور پاکستان میں پھیلے ہوئے سی آئی اے، امریکی جال کی جگہ پاکستان اور نظریہ پاکستان کی محافظ ہو۔ ریمنڈ ڈیوس واپس کر دیا جائے اور پاکستانی نوجوان سسکا تڑپا کر زندہ لاشیں بنا دینے کی صنعت ہو؟ آپ ایک مکمل یوٹرن لیجئے، امریکہ کو طلاقِ مغلظہ دیجئے۔ آپ کا تقدس خود بخود بحال ہو جائے گا۔ اس کے لیے کسی دھونس دھمکی کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ ایک ٹکے کی سرمایہ کاری کے بغیر زبانیں آپ کے دفاع میں بول اٹھیں گی۔ تحریریں لکھوانی نہ پڑیں گی۔ قلم سے محبت ٹپکے گی۔ شرط یہ ہے کہ دفاع امریکہ کی جگہ دفاع پاکستان ہو۔ محبت 65ء والی مانگنی اور کارنامے مشرفی جاری رکھئے؟ اسی پہلی سی محبت کے مانگنے سے فیض نے منع کیا تھا! کون احمق چاہے گا کہ نظریہ پاکستان پر، اسلامی پاکستان پر سیسہ پلائی ہوئی دیوار کھڑی ہو اور اسے ڈھا دیا جائے یا کمزور کر دیا جائے؟ ''ہائی ٹائم'' بہت ہو چکی' خود فریبی سے نکل کر حقیقت پسندی اختیار کیجئے۔ ہم جو سمندر سے قطرہ قطرہ ہو کر بکھر گئے، موج کو آزادیاں سامانِ شیون ہو گئیں، پھر سے موج در موج 'اتحاد، تنظیم، یقین محکم' سے، رجوع الی اللہ سے کھوئی ہوئی عزت بحال کر سکتے ہیں۔ پاکستان رنگ، نسل اور زبان کی بنیاد پر نہیں، عقیدے اور نظریے کی بنیاد پر بنا تھا، جس کے بغیر اس کا وجود ہی ممکن نہ تھا۔ عقیدے اور نظریے پر لوٹئے' خودی (خود شناسی، خود آگہی) بحال کیجئے، پاکستان کی سانسیں بحال ہو جائیں گی۔ اپنی خودی پہچان اے غافل پاکستان!

(بشکریہ روزنامہ ''نوائے وقت'')

تنظیمی اطلاعات

حلقہ مالاکنڈ کی مقامی تنظیم دیر بالا میں منظور احمد کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ مالاکنڈ کی جانب سے مقامی تنظیم دیر بالا میں تقرر امیر کے لیے موصولہ تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 2 فروری 2012ء میں مشورہ کے بعد جناب منظور احمد کو مقامی تنظیم دیر بالا کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ گوجرانوالہ کی مقامی تنظیم گوجرانوالہ میں حافظ محمد افضل کا بطور امیر تقرر

ناظم حلقہ گوجرانوالہ کی جانب سے مقامی تنظیم گوجرانوالہ میں تقرر امیر کے لیے موصولہ تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 2 فروری 2012ء میں مشورہ کے بعد حافظ محمد افضل کو مقامی تنظیم گوجرانوالہ کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ پنجاب شرقی کی مقامی تنظیم چشتیاں میں محمد امین نوشاہی کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ پنجاب شرقی کی جانب سے مقامی تنظیم چشتیاں میں تقرر امیر کے لیے موصولہ تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 9 فروری 2012ء میں مشورہ کے بعد جناب محمد امین نوشاہی کو مقامی تنظیم چشتیاں کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ پنجاب شرقی کی مقامی تنظیم فورٹ عباس میں وقار اشرف کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ پنجاب شرقی کی جانب سے مقامی تنظیم فورٹ عباس میں تقرر امیر کے لیے موصولہ تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 9 فروری 2012ء میں مشورہ کے بعد جناب وقار اشرف کو مقامی تنظیم فورٹ عباس کا امیر مقرر فرمایا۔

کلامِ اقبال

آزادیٔ افکار

جو دونیِ فطرت سے نہیں لائقِ پرواز
اس مرغکِ بے چارہ کا انجام ہے افتاد
ہر سینہ نشیمن نہیں جبریلِ امیں کا
ہر فکر نہیں طائرِ فردوس کا صیّاد!
اس قوم میں ہے شوخیِ اندیشہ خطرناک
جس قوم کے افراد ہوں ہر بند سے آزاد!
گو فکرِ خداداد سے روشن ہے زمانہ
آزادیِ افکار ہے ابلیس کی ایجاد!

امیر تنظیم اسلامی کا دورہ حلقہ گوجرانوالہ

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید نے 4 فروری 2012ء کو حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن کا دورہ کیا۔ امیر محترم کے دورے کی مناسبت سے امیر حلقہ نے قبل ازیں مقامی امراء اور نقباء کو خصوصی ہدایات دیں اور تاکید کی کہ امیر محترم کے ساتھ ہونے والی نشست میں رفقاء کی حاضری کو یقینی بنائیں۔ طے شدہ شیڈول کے مطابق یہ پروگرام نمازِ عصر کے بعد شروع ہوا۔ حلقہ کے ناظم دعوت و تربیت حاجی خادم حسین نے پروگرام کے حوالے سے رفقاء کو چند عملی ہدایات دیں۔ امیر تنظیم اسلامی نے نماز مغرب مرکز گوجرانوالہ میں ادا فرمائی۔ نمازِ مغرب کے بعد پروگرام کا باقاعدہ آغاز ہوا تو ناظم حلقہ شاہد رضا نے پروگرام کا شیڈول رفقاء کے سامنے پیش کیا۔ اس کے بعد تعارف کا سلسلہ شروع ہوا۔ سب سے پہلے ناظم حلقہ نے گوجرانوالہ ڈویژن کے مقامی اُمراء اور منفرد اُسروں کے نقباء کا تعارف کروایا اور حلقے کے مبتدی و ملتزم رفقاء کے اعداد و شمار پیش کیے۔ حلقے کے تعارف کے بعد مقامی تناظیم کے امراء نے اپنی تنظیم اور ذیلی اسروں کے نقباء کا تعارف کروایا۔ بعد ازاں ذیلی اُسروں کے نقباء نے اپنے اپنے اسرے اور اُسرے میں شامل نئے رفقاء کا تعارف کروایا۔ تعارف کا یہ سلسلہ نماز عشاء کے بعد تک جاری رہا۔ نماز عشاء کے بعد امیر محترم نے رفقاء سے مختصر خطاب فرمایا اور انہیں تقویٰ کی تاکید کی۔ اس کے بعد سوال و جواب کی نشست ہوئی جو رات 11 بجے تک جاری رہی۔ 11 بجے رفقاء نے رات کا کھانا کھایا۔ بعد ازاں امیر محترم کے ساتھ حلقہ کے ذمہ داران کی خصوصی نشست ہوئی، اور ذمہ داران نے اپنا تفصیلی تعارف کرایا۔ یہ ملاقات تقریباً ایک گھنٹہ تک جاری رہی۔ امیر محترم کو اگلی صبح لاہور میں ''سیرت النبیؐ کانفرنس'' میں شرکت کرنا تھی، چنانچہ رات ساڑھے بارہ بجے وہ گوجرانوالہ سے لاہور روانہ ہوگئے۔ امیر محترم کے دورے میں رکن شوریٰ کے لیے رائے شماری بھی کرائی جانی تھی۔ اس لیے محترم ناظم اعلیٰ اظہر بختیار خلجی اور ان کے نائب جناب خالد محمود عباسی بھی تشریف لائے تھے۔ عباسی صاحب تو امیر محترم کے ساتھ ہی روانہ ہوگئے، جبکہ ناظم اعلیٰ صاحب نے رات گوجرانوالہ مرکز میں قیام کیا۔ انہوں نے اگلی صبح ناشتے کے بعد ''شوریٰ اور شورائیت'' کے موضوع پر خصوصی خطاب فرمایا، جس کے بعد رکن شوریٰ کے لیے رائے شماری کروائی گئی۔ اس طرح یہ پروگرام دن 11 بجے اختتام پذیر ہوا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دینی جدوجہد میں خلوص عطا فرمائے۔ (آمین)

(رپورٹ: حافظ محمد عاصم قاسمی)

حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کے زیر اہتمام نقباء و امراء تربیتی و مشاورتی اجتماع

حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کے زیر اہتمام نقباء و امراء تربیتی و مشاورتی اجتماع 31 دسمبر 2011ء تا یکم جنوری 2012 پشاور میں ہوا۔ جس میں حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی و حلقہ مالاکنڈ کے چالیس کے قریب نقباء، امرا اور دیگر ذمہ داران نے شرکت کی۔ پہلے دن نماز عصر تا عشاء میجر (ر) فتح محمد (سابقہ امیر حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی و موجودہ نائب ناظم اعلیٰ زون K.P.K) نے نظم جماعت پر گفتگو کی۔ انہوں نے وائٹ بورڈ کی مدد سے تنظیمی ڈھانچے کی مفصل وضاحت کی اور رفقاء کے سوالات کے جوابات بھی دیئے۔

دوسرے روز صبح آٹھ تا دوپہر ایک بجے تمام لیکچر فیصل آباد سے آئے ہوئے مہمان، مشیر امیر محترم برائے تربیتی امور ڈاکٹر عبدالسمیع نے دیئے۔ اُن کا پہلا موضوع قراردادِ تاسیس اور تعلق مع اللہ تھا۔ وہ اپنے موضوع کو جس طرح معنی و مفہوم کی نئی جہت سے آشنا کراتے رہے، یہ اُنہی کا خاصہ ہے، بالخصوص ''تاثیر صحبت'' کے حوالے سے اُن کی گفتگو نے رفقاء کو ایک خاص لذتِ روحانی عطا کی۔ دوسرے سیشن میں ڈاکٹر صاحب نے ''تنظیمی مجالس کے انعقاد کا طریقہ کار اور تحریکی کارکنوں کے اوصاف'' پر گفتگو کی۔

آخری روز ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی اظہر بختیار خلجی اپنے مخصوص انداز میں چھائے رہے۔ انہوں نے ''نظم کے تقاضے''، ''رفقاء کی تربیت کیسے کی جائے''، ''نقیب رفیق کو کیسے داعی بنائے'' کے موضوعات پر مذاکرے کروائے اور رفقاء کے نرم گرم سوالات کے جوابات بھی خندہ پیشانی سے دیئے۔ مجموعی طور پر حاضرین نے تمام پروگراموں کو مفید اور بھرپور پایا اور ایک عزم مصمم لے کر گھروں کو روانہ ہوئے۔

تنظیم اسلامی گوجرانوالہ ڈویژن کا دعوتی پروگرام

تنظیم اسلامی گوجرانوالہ ڈویژن کے زیر اہتمام حلقہ کا دو روزہ دعوتی پروگرام 28 جنوری 2012ء کو گاؤں چک دادن (نزد گکھڑ) میں ہوا۔ یہ رواں سال کا پہلا دو روزہ پروگرام تھا۔ پروگرام کے لیے مدرسین نماز عصر تک چک دادن پہنچ گئے تھے۔ شیڈول کے مطابق بعد نماز مغرب علی جنید نے ''عبادت رب'' کے موضوع پر مفصل درس دیا۔ نماز عشاء کے بعد انہوں نے ''شہادت علی الناس'' کے موضوع پر گفتگو کی۔ 29 جنوری بعد نماز فجر امیر حلقہ شاہد رضا نے درس حدیث دیا، موضوع تھا: اسلام اور اقامت دین کی جدوجہد۔ ناشتہ کے بعد فہم دین پروگرام ہوا، جسے امیر حلقہ اور علی جنید نے ترتیب وار مکمل کیا۔ دو روزہ دعوتی پروگرام میں 30 افراد نے شرکت کی۔ مسجد کے امام صاحب اس پروگرام سے بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے تنظیم میں شمولیت کا ارادہ کیا۔ پروگرام کے میزبان سرفراز چیمہ تھے۔ اللہ انہیں اجر عظیم سے نوازے۔ (آمین) (رپورٹ: حافظ محمد عاصم قاسمی)

تنظیم اسلامی کورنگ ٹاؤن کے زیر اہتمام ایک روزہ دعوتی پروگرام

تنظیم اسلامی، کورنگ ٹاؤن، حلقہ پنجاب شمالی کے زیر اہتمام 29 جنوری بروز اتوار ایک روزہ دعوتی پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔ پروگرام کا آغاز بعد نماز فجر درس قرآن سے ہوا۔ رفیق تنظیم عصمت عباسی نے توحید عملی کے بارے میں سورۃ الشوریٰ کی چند آیات کا درس دیا۔ بعد ازاں درس حدیث ہوا۔ رفیق تنظیم خادم حسین نے جھوٹ کی تباہ کاریوں اور نقصانات پر گفتگو کی۔ اِس کے بعد مذاکرہ ہوا۔ موضوع تھا دعوتِ دین کا عملی پہلو، یہ مذاکرہ رفیق تنظیم عامر نوید نے کرایا۔ شرکاء نے مذاکرے میں بھرپور خصوصی دلچسپی لی۔ سیرتِ صحابہؓ کے تحت رفیق تنظیم محمد سلمان نے حضرت مجزاہ بن ثورؓ کی سیرت بیان کی۔ کمپیوٹر کی مدد سے فہم دین کی پیشکش رفیق تنظیم جناب اظہر خورشید نے نہایت مؤثر انداز میں کی۔ امیر مقامی تنظیم، جناب محمد اسعد نے حالاتِ حاضرہ پر امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے مضمون بعنوان ''پاکستان کے موجودہ مسائل اور ان کا حل'' (شائع شدہ ماہنامہ میثاق جنوری 2012ء) کا مطالعہ کروایا۔ نمازِ ظہر سے کچھ پہلے دعا کے ساتھ یہ محفل اپنے اختتام کو پہنچی۔

(مرتب: آفتاب حسین جعفری)

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

Want sources and citations, and references and notes, added to make them clearer or stronger, and more thoroughly documented and more ponderous and academic, and more university sounding?

Sorry, you are on your own. I am not your man. Go find those things all by yourself.

As for myself, my whole being shudders and tingles at the sheer delight, thrill, awe and majesty --- and clarity and lucidity --- of God speaking to me in the Quran in *First Person* and telling me directly, without the intermediacy of a priest or a pundit, how close he is to me; where I can find him; and how I can get in touch with him.

No CEO of a mega-corporation ever said that to me. No king or queen ever told me: *Call Me!* No Prime Minister, no President, no Potentate, no Superstar, no Big Shot of any kind ever said to me: Here is my direct line, my own personal number, call me and I will pick up the phone!

I am just thrilled, and immensely grateful, that God said that to me --- and to everyone else --- directly, personally and in his own language: Call me and watch me answer! *Ud'oonee, astajib lakum!*

I don't know about you, but as for myself, I ask for nothing more!

(*Courtesy: "Radiance Viewsweekly"*)

قرآن حکیم کی عظمت، تعارف اور حقوق و مطالبات
جیسے علمی و عملی موضوعات پر 8 کتابوں کا مجموعہ

قرآن حکیم اور ہم

از ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ تقریباً 500 صفحات پر مشتمل فکر انگیز تالیف

خود پڑھیے۔ دوسروں کو تحفہ میں دیجیے!

اشاعت خاص (مجلد):
امپورٹڈ آفسٹ پیپر، قیمت: 400 روپے

اشاعت عام (پیپر بیک):
امپورٹڈ بک پیپر، قیمت: 250 روپے

عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہو رہی ہے اپنے آرڈر سے مطلع فرمائیں

مکتبہ خدام القرآن لاہور
36۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون: 3-042-35869501
maktaba@tanzeem.org

بانی تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان
محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے
2004ء میں دورۂ انڈیا کے دوران دیئے گئے خطبات کا مجموعہ

خطباتِ ہند

1 امت مسلمہ کا ماضی حال اور مستقبل
2 امت مسلمہ کے لیے تین نکاتی لائحہ عمل

1 عظمت قرآن
Duties of True Momin 2
(English)

1 نجات کی راہ
2 نیکی کا قرآنی تصور

1 حب رسول ﷺ کے تقاضے
2 نفاق کی حقیقت

1 ایمان اسلام اور اللہ کی راہ میں جدوجہد
2 حقیقت و اقسام شرک

1 برصغیر میں دعوت اسلام کے لیے مواقع
2 راہ ہدایت: ایمان کے ضمن میں فطرت اور عقل کی راہنمائی

1 خلافت کی حقیقت
2 خلافت کا معاشی نظام
3 اسلام کا سماجی اور معاشرتی نظام
4 ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے انٹرویو

7DVDs پر مشتمل سیٹ کی قیمت 420 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
K-36 ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون: 3-92-42-35869501+
ای میل: maktaba@tanzeem.org ویب سائٹ: www.tanzeem.org

ACKNOWLEDGING AND THANKING GOD

If you realise that everything you have is a gift to you from God Almighty, then, every time you open your mouth, what right do you have to say anything other than *Alhamdulillah* --- meaning, "*Thank You, Thank You, Thank You, God, Thank You!*"?

And do so, not only with your mouth and with the bottom of your heart, but with every cell, sinew and pore in your body?

And if you understand that, as God's slave on his plantation earth, you must spend all your life in total subservience and obedience to him, what the Quran calls *Ibaadah*, and what people call *worship*, then what business do you have to go through any moment of your life without *Wudu* --- a perfect state of physical, mental and spiritual hygiene and cleanliness --- as prescribed by God and as taught and demonstrated by his messenger Prophet Muhammad Ç?

And, if you really grasp, master and practice these two things, these two central pillars of Islam, and Quran --- *Hamd* and *Wudu* or *Taharah* --- at least conceptually --- at least in your mind that is --- and if you make that your *Shi'ar*, the distinguishing feature and marker of your life, then don't be surprised if you find your beloved and loving master, your God, wherever you look for him, in whichever direction you turn.

And if you end up finding him only as far from you as you can call and reach him, which, you will discover, is closer than anything else in this world --- closer than your own jugular vein, as the Quran puts it.

No, don't take my word on any of this. Listen to God's own words, as he speaks them in his own most glorious, noble and majestic book, the Quran, most directly to you.

Here is the Quran --- with my paraphrase: "Here, there, everywhere --- wherever you look."

Aiynamaa tuwalloo, fa-thamma wajhullah. In whatever direction you turn, there is the presence of God.

Here again is the Quran --- with my paraphrase: "I am indeed near."

Wa idhaa sa-alaka 'ibaadee 'annee, fa-innee qareeb. When my slaves ask you about me, surely I am close.

Ujeebu da'watad daa'i, idhaa da'aanee. I answer the call of those who call, as they call me.

And here, once more, is the Quran elsewhere --- with my paraphrase: "Closer than anything you can imagine."

Wa nahnu aqrabu ilaihi min hablil wareed. And we are closer to him than his jugular vein!

And here is even more Quran, again with my paraphrase, as if all that we cited above was not enough: "Call me and I shall respond." Or, alternatively: "Call me and I shall call you back."

Ud'oonee, astajib lakum. Call me, I shall respond; call me, I shall call you back.

I am so tempted to say, and I do indeed say: Call me, and then watch me respond.

Want commentary on these words from God? On these *Aayaat* as the Quran calls them? But Muslims make a mockery of them --- and commit a blasphemy --- by referring to them as "*Verses*" in the English language, instead of *Aayaat Kareemah*?

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام

دینی و عصری علوم کی منفرد دانش گاہ

کُلّیۃ القرآن

(قرآن کالج)

(وفاق المدارس سے الحاق شدہ)

بانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ علیہ

بورڈ/یونیورسٹی کی تعلیم کے ساتھ درسِ نظامی کا مکمل نصاب

قیام و طعام کی سہولت موجود ہے

علمِ دین اور فکرِ حاضر کے حسین امتزاج کی ایک منفرد کوشش

خصوصیات

- ☆ تجربہ کار، اعلیٰ تعلیم یافتہ مدرسین
- ☆ قرآنی موضوعات پر خصوصی فکری و عملی رہنمائی
- ☆ تعلیم و تربیت کا بہترین انتظام
- ☆ طلبہ کی تخلیقی صلاحیتوں کو جلا بخشنے کے بہترین مواقع
- ☆ علوم اسلامیہ کے ساتھ جدید علوم یعنی درس نظامی مع میٹرک، ایف اے، بی اے، ایم اے
- ☆ اسباق وفاق المدارس العربیہ اور لاہور بورڈ کے نصاب کے مطابق
- ☆ خوبصورت عمارت اور کلاس رومز
- ☆ کمپیوٹر لیب ☆ بہترین اور مکمل لائبریری
- ☆ کانفرنس اور مذاکرہ ہال
- ☆ اسلامی اخلاقیات کی مکمل پابندی
- ☆ رہائش کے لیے بہترین ہوادار اور روشن کمرے
- ☆ خوراک حفظانِ صحت کے اصولوں کے مطابق
- ☆ طلبہ کی تدریسی ضروریات پوری کرنے میں معاونت
- ☆ وقت کا مؤثر استعمال
- ☆ مواقع تفریح کی فراہمی

نشستیں محدود ہیں!

مڈل کے امتحان کے نتائج کے منتظر طلبہ بھی درخواست جمع کرا سکتے ہیں

مقامی و دیگر شہروں کے طلبہ کے لیے درجہ اولیٰ و ثانیہ (میٹرک) اور ثالثہ میں نئے تعلیمی سال کے داخلے جاری ہیں

معلومات داخلہ

- ☆ نئے سال کے لیے داخلہ کے خواہش مند طلبہ 15 مارچ سے کلیۃ القرآن آفس سے داخلہ فارم اور انٹری ٹیسٹ کے لیے سلیبس وصول کر سکتے ہیں۔
- ☆ داخلہ کے لیے انٹری ٹیسٹ اور انٹرویو پاس کرنا لازمی ہے۔ 26 مارچ کو انٹری ٹیسٹ اور انٹرویو ہوگا۔
- ☆ مزید معلومات کے لیے ناظم اعلیٰ کلیۃ القرآن یا نائب ناظم سے رابطہ کریں!
- ☆ امسال شوال میں داخلے نہیں ہوں گے۔

شرائط داخلہ

- ☆ درجہ اولیٰ کے لیے متوسطہ یا مڈل پاس، ثانیہ کے لیے نہم اور اولیٰ پاس اور ثالثہ کے لیے وفاق المدارس سے عامۃ اور بورڈ سے میٹرک پاس ہونا لازمی ہے۔
- ☆ دیگر تعلیمی اداروں سے کم از کم مڈل
- ☆ اپنے علاقے کے عالم دین سے یا سابقہ مدرسہ سے تصدیق نامہ
- ☆ سرپرست کی طرف سے ضمانت نامہ
- ☆ ٹیسٹ اور انٹرویو میں کامیابی

برائے رابطہ

ناظم اعلیٰ کُلّیۃ القرآن (قرآن کالج)

191۔ اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

فون: 35833637-35860024(042)

ذیلی دفتر: قرآن اکیڈمی

36-K ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ فون: 3-35869501(042)

فیکس: 35834000(042)، ای میل: irts@tanzeem.org